بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

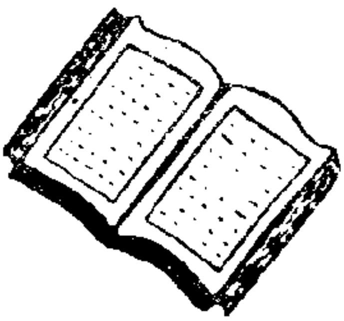

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

جنوری ۱۹۷۲ء

الفرقان

تحفہ

"مذاہبِ عالم پر نظر"

پاکستان — سات روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک : ایک پونڈ
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک : دو پونڈ
ایک نسخہ کی قیمت : ساٹھ پیسے

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

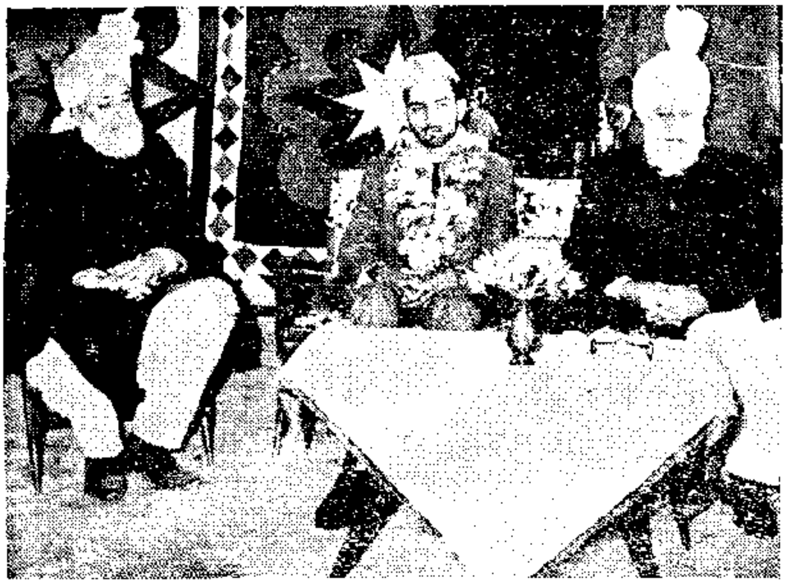

۲۰ جنوری ۱۹۷۱ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالی عزیز قاضی منیر احمد صاحب منیب واقف زندگی ٹیچر مشرقی افریقہ کی شادی کے موقعہ پر

افریقہ اور یورپ کے دو معزز مہمان جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۰ء کے موقعہ پر مکرم مولوی محمد بشیر صاحب شاد کی دعوت چائے میں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذوالقعدہ ذوالحجہ ۱۳۹۱ ہجری قمری صلح ۱۳۵۱ ہجری شمسی	ماہنامہ الفرقان ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء	جلد ۲۲ شمارہ ۱

تبلیغی و تعلیمی مجلہ

ماہنامہ

الفرقان

جنوری ۱۹۷۲ء

مقالات

• مشرقی پاکستان کا المیہ اور مسلمان	ایڈیٹر	صـ۲
• شذرات	″	صـ۳
• نعت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم	محترم جناب ثاقب صاحب زیروی	صـ۷
• تضمین حقائق (نظم)	محترم جناب چودھری شبیر احمد صاحب	صـ۸
• حضرت نعمت اللہ ولی اور ان کا اصلی قصیدہ	محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد	صـ۹
• اصل قصیدہ کا عکس از کتاب الاربعین مصنفہ حضرت سید اسمٰعیل شہید		صـ۲۱
• حقیقت حال کیا ہے؟	جناب احسان قریشی صاحب صابری (ماخوذ از چٹان)	صـ۲۵
• سوالات اور جوابات	ایڈیٹر	صـ۲۷
• البیان ـــ سورۃ المائدہ ع۱۲ کا ترجمہ و تفسیر	ابو العطاء	صـ۲۹
• اسلامی نظریۂ صحت	محترم جناب ڈاکٹر عبد الحمید صاحب لندن	صـ۳۳
• موعود آخر الزمان کا ظہور (نظم)	جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری فجی	صـ۴۱
• واقعہ صلیب کی حقیقت	محترم جناب مولوی عبد الکریم صاحب شرما	صـ۴۳
• دعائیہ اشعار	محترم جناب نسیم سیفی صاحب وکیل التعلیم	صـ۴۵

پنجسالہ معاونین خاص

ماہ دسمبر میں مکمل فہرست معاونین خاص کی بطور تحریک دعا شائع ہوئی ہے۔ اس میں محترم خواجہ ڈاکٹر محمد منیر صاحب امرتسری حال لاہور کا نام سہواً درج نہیں ہو سکا احباب سے ان کے لئے بھی درخواست دعا ہے ـــ (مینجر)

سالانہ اشتراک

پاکستان - - سات روپے

بیرونی ممالک (بحری ڈاک) ایک پاؤنڈ

″ ″ (ہوائی ڈاک) دو پاؤنڈ

قیمت فی رسالہ ساٹھ پیسے

پنجسالہ معاونین پاکستان چالیس روپے

″ ″ دیگر ممالک سالانہ چندہ کا پانچ گنا

توسیل زر بنام مینجر الفرقان

ربوہ

ایک ضروری درخواست

ماہنامہ الفرقان کی موجودہ مالی تنگی کے باعث یہ ایک ضروری درخواست ہے کہ احباب اس کی توسیع اشاعت کے لئے خاص کوشش فرمائیں۔ اپنے احباب کے نام بھی اس تبلیغی رسالہ کو جاری کرائیں زیادہ سے زیادہ احباب اسکے پنجسالہ معاونین بنیں متعدد طالبان حق کی مفت رسالہ کی درخواستوں کو پورا کرنے کے لئے رقوم اعانت ارسال فرمائیں۔ اس رسالہ سے تعاون بڑے ثواب کا موجب ہے۔ (ابو العطاء)

طابع و ناشر: ابو العطاء جالندھری مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت دفتر الفرقان ربوہ

مشرقی پاکستان کا المیہ اور مسلمان

دسمبر ۱۹۷۱ء کے دوسرے عشرہ میں پاکستان میں مسلمانوں کی بدترین شکست کا جو قیامت خیز سانحہ رونما ہوا اس نے عالمِ اسلام کو تہ و بالا کر دیا۔ دلوں کو ہلا دیا۔ مشرقی پاکستان کا سارا علاقہ پاکستان سے علیحدہ ہو گیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ قریباً ایک لاکھ فوجیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا۔ جائدادیں تباہ کر دی گئیں۔ عزت و ناموس برباد ہو گئی۔ اس تباہ حالی کو دیکھ کر ہر سچا مسلمان بلبلا اُٹھا۔ حالت یہ ہے کہ ؎

حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے

ہم درد بھرے دل سے قادر و توانا اور ارحم الراحمین خدا سے عاجزانہ التجا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے گناہوں کو بخشے۔ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ انہیں آسمانی آواز پر لبیک کہنے کی سعادت بخشے اور اپنے فضل و کرم سے اُمّتِ مسلمہ کو نوازے۔ اللّٰھم اٰمین۔

آج ہر دردمند مسلمان کی یہی آواز ہے۔ شیعی ماہنامہ المنتظر لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء رقمطراز ہے:-

"ہم یہ عرض کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ پاکستان کو آج جو روزِ بد دیکھنا نصیب ہوا ہے اور سقوطِ ڈھاکہ کی شکل میں ہمارے وقار کو جو دھچکا لگا ہے وہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ہمیں اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی سزا ملی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و غفور ہے اگر ہم آج بھی سچے دل سے توبہ کر لیں اور بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تو وہ ضرور سنے گا اور اس مسلمان قوم کی مصیبت و پریشانی کا یقیناً مداوا فرمائے گا۔"

روزنامہ نوائے وقت لاہور لکھتا ہے کہ:-

"ہم نے خدا و رسولؐ کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں اسلام کا چہرہ مسخ کر دیا تھا۔ قدرت نے ہمیں سنبھلنے کا موقعہ دینے کے لئے **ایک تازیانہ** لگایا ہے اور اگر ہم نہ سنبھلے ہم نے مکر و منافقت، ریاکاری، فریب، زنا، شراب، رشوت وغیرہ ایسی بُرائیاں ترک نہ کیں تو اس خطۂ ارضی پر اللہ تعالیٰ کا **عذاب** نازل ہو گا اسلئے اوّلین ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور سچے مسلمان بن جائیں۔" (نوائے وقت ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا مسلمانوں کی دستگیری فرمائے۔ اللّٰھم اٰمین یا ارحم الراحمین۔

شذرات

۱۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا اصل قصیدہ

آجکل اخبارات میں شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے نام سے مختلف اور مفصّل قصیدے شائع ہو رہے ہیں جن میں جعلسازی اور تحریف سے کام لیا جا رہا ہے۔

الفرقان کی اس اشاعت میں ہم اس بارے میں ایک تحقیقی مقالہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا شائع کر رہے ہیں۔ نیز ہفت روزہ چٹان سے تازہ ترین نوٹ بعنوان "حقیقت حال کیا ہے؟" بھی نقل کر رہے ہیں۔ اس تحقیق سے عیاں ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا اصل قصیدہ وہی ہے جس کا آغاز "قدرتِ کردگار می بینم" سے ہوتا ہے اور جسے حضرت سید اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب الاربعین فی احوال المہدیین میں شائع فرمایا ہے۔ ہم نے اس اصل قصیدہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا عکس بھی شاملِ اشاعت کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس سے اہلِ علم و دانش حقیقت کو پالیں گے اور جعلی قصائد اور جھوٹی طفل تسلیوں سے مخلصی حاصل کریں گے۔

۲۔ مسیحیوں کا تصوّرِ خدا؟

مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ بالفاظِ ذیل "مسیحی تصورِ خدا" پیش کرتا ہے:۔

"(۱) خدا بلحاظ ذات واحد ہے۔

(۲) خدا کی ذات واحد میں کثرت ہے۔

(۳) خدا کی ذات واحد میں تین کی کثرت ہے۔ (۴) خدا کی ذات واحد میں تین اقانیم کی کثرت ہے (۵) خدا بلحاظ ذات واحد ہے اور بلحاظ اقانیم اس میں کثرت ہے۔

(۶) اور یوں تثلیث فی التوحید خدا ہے۔"

(کلامِ حق اکتوبر ۱۹۶۶ء صـ۱۳)

الفرقان۔ قابلِ دریافت سوال یہ ہے کہ کتنے مسیحی اس گورکھ دھندا کو سمجھ سکتے ہیں؟ اگر خدا بلحاظ ذات واحد ہے تو اس کی ذاتِ واحد میں کثرت کا سوال ہی کیوں پیدا ہوا؟ اور اگر کثرت ہوتی ہے تو پھر وہ کثرت تین میں کیوں محدود ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ انسانی فطرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ واحد ہی قابلِ اطمینان ہے۔ تثلیث کا غلط عقیدہ مسیحی بھائیوں کے لئے ہزاروں الجھنوں کا موجب بنا ہوا ہے۔

۳۔ رسولِ مقبولؐ کو سراجاً منیراً قرار دینے میں حکمت

سرگودھا کا شیعی ماہنامہ المبلّغ لکھتا ہے:۔

"چراغ کی چند خصوصیات ہیں جو آفتاب میں نہیں ہیں۔ مثلاً ہم ایک چراغ سے سو چراغ روشن کر سکتے ہیں اور ایک چراغ سے خس و خاشاک اور تنکوں کی ایک ڈھیر جلا سکتے

ہیں۔ چنانچہ آج چراغِ محمدی کے وجود سے لاکھوں ایمان، ایقان، اطاعت اور عبادت کے چراغ فروزاں ہیں۔ آپؐ کی جلالت شان کے چراغ سے لاکھوں کفر، الحاد، شرک اور نفاق کے خس و خاشاک کے ڈھیر جل کر راکھ ہوگئے اور نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ اسکے باوجود آپؐ کے وجودِ مقدس میں اور نور افور میں ہرگز کوئی فرق نہیں پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا کہ خداوند! میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی رحمتوں کے خزانوں کا نشان مجھے دکھائے تاکہ مجھے پتہ چلے کہ تیرے رحمت کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں ان کی دنیا میں مثال ہے؟ قدرت کا ارشاد ہوا اے موسیٰ! اپنے خیمے میں چراغ روشن کر اور اپنے خیل و حشم اور پیروؤں کو حکم دے کہ ہر ایک ان میں سے اپنا چراغ تیرے چراغ سے جلائے۔ جب سب نے ایسا کیا اور اپنے اپنے چراغ جلا لئے، فرمایا اے موسیٰ! وہ آگ جو تو نے جلائی تھی کیا اس میں کوئی کمی آئی؟ موسیٰؑ نے عرض کیا نہیں اے میرے مالک، خطاب ہؤا کہ ہمارے جُود و کرم کے خزانوں کو بھی اسی پر قیاس کر لے کہ میں لاکھوں لاکھوں کو اپنے انعامات سے اور کروڑوں کروڑوں کو اپنے فیوضات سے نوازتا ہوں لیکن میری بخشش و عطا اور جُود و سخا کے خزانوں میں ذرہ برابر فرق راہ نہیں پاتا۔ شاید یہی سبب ہو کہ حضورؐ کو بھی چراغ فرمایا ہو تاکہ رحمتِ عالمین اس کی رحمت کے خزانوں کی مثال ہو۔" (ماہنامہ البلاغ فروری ۱۹۷۶ء)

الفرقان۔ اس سے ظاہر ہے کہ فیوضِ نبوت محمدیہ ہمیشہ اُمتیوں کے لئے پوری طرح جاری رہیں گے اور اس چراغِ محمدی سے نئے چراغ جلتے رہیں گے جو اصل چراغ کی عظمت کو اور نمایاں کریں گے۔ پس انوارِ محمدیہ دلوں کو ہمیشہ منور کرتے رہیں گے۔

۴۔ انگریزی استعمار کا قائم کردہ شجرِ خبیث

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور لکھتا ہے:۔

"کہنے کو تو انگریزی استعمار یہاں سے جا چکا ہے مگر اس نے بڑی عیاری سے ایک پودہ کاشت کر دیا ہے جو اندر ہی اندر پاکستان اور اس کے نظریہ کو بڑی خوشخلوقی سے دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے مگر کسی کو بھی اس پودا کے شجرِ خبیث ہونے کا وہم بھی نہیں ہوتا ہے۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خود اہلِ پاکستان ہی اس کی جڑوں میں پانی دیکر اسے ہرا بھرا رکھے ہوئے ہیں۔ یہ پودا عیسائی مشنریوں کے تعلیمی و تبلیغی اداروں کی صورت میں یہاں برگ و بار لائے ہوئے ہے۔" (اہلحدیث لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء)

الفرقان۔ سوال یہ ہے کہ اہلِ پاکستان عیسائی مشنریوں کے اس پودے کو کیوں پانی دے رہے ہیں؟ کیا ان کے اپنے غلط عقائد سے تو عیسائی پادری فائدہ نہیں اُٹھا رہے؟ ؎

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

۵۔ قیامت خیز کرب و اضطراب

مدیر اخبار اہلحدیث لاہور لکھتے ہیں:۔

"ہماری مساجد ایک دوسرے پر طعن تشنیع کی سنگ باری کے قلاع اور تعصب کشیدگی کے مراکز بن چکی ہیں۔ اسلامی تبلیغ ختم ہو چکی ہے۔ شعائرِ اسلام مٹائے جا رہے ہیں۔ قومیت، رنگ و نسل اور علاقائی بتوں میں اُمتِ محمدیہ پھر تقسیم ہو رہی ہے۔ غرضیکہ ایک عجیب انتشار، بے چینی اور قیامت خیز کرب و اضطراب ہے جو ہم پر محیط ہو چکا ہے۔" (اخبار اہلحدیث ۲۹ راکتوبر ۱۹۷۱ء ص۳)

الفرقان۔ کیا حدیث نبوی کے الفاظ "مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ" کے حرف بحرف پورا ہونے میں اب بھی کوئی شک ہے؟

۶۔ روزہ کے لئے سفر اور مرض کی تعیین

اخبار الاعتصام لاہور لکھتا ہے:۔

"کتنی مسافت پر روزہ چھوڑنا چاہیئے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء اہلحدیث کے نزدیک ۹ میل۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۴۸ میل، شوافع کے نزدیک ۴۸ میل ہے۔ اسی طرح دوسرے ائمہ کرام نے اختلاف فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مسافت واضح نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ کا عمل بھی اس معاملہ میں مختلف ہے۔ درحقیقت مرض کی طرح سفر کی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ سفر کی نوعیت میں کوئی بحث نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں بھی سفر کی سہولتوں کا فرق موجود تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے۔ اسلئے یہ کہنا کہ ہوائی جہاز کا سفر ہو تو افطار نہ کرے درست نہیں ہے۔ ظاہری پابندی احترام رمضان کرنا ضروری ہے۔"

(الاعتصام ۱۵ راکتوبر ۱۹۷۱ء ص۴)

الفرقان۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ کلامِ الٰہی کے الفاظ کی پابندی کی جائے اور اپنی طرف سے کسی قسم کا اضافہ کر کے تشدد کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا۔

۷۔ سرسیّد مرحوم اور انگریزی حکومت سے تعاون

(الف) "سرسید احمد خان اس جنگِ آزادی کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے غدر یعنی بغاوت کا نام دیتے ہیں

انہوں نے جنگ آزادی کے دوران میں انگریز عورتوں کی حفاظت کی اور امن وامان برقرار رکھنے کے لئے جان تک کی بازی لگا دینے میں باک محسوس نہ کی۔"

(ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۲۵)

(ب) "مولانا تھانوی نے اس خیال کی بھی تردید کی ہے کہ سر سید کا مقصد محض انگریزوں کی خیر خواہی تھا اور اس بارے میں اُن کی رائے یہ تھی۔ یہ جو مشہور ہے کہ وہ انگریزوں کا خیر خواہ تھا غلط ہے۔ بلکہ بڑا دانشمند تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ انگریزی حکومت میں رہ کر اُن سے بگاڑ کر کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اُن سے مل کر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔" (ماہنامہ صدائے اسلام پشاور بابت ماہ دسمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۴)

الفرقان - آج ہر سمجھدار پاکستانی سرسید مرحوم کو اس موقف کے باوجود مسلمانوں کا خیر خواہ اور ایک محب وطن مدبر سمجھتا ہے مگر افسوس کہ ان کا یہ موقف "علماء" کی نظر میں انہیں انگریزوں کا آلۂ کار ثابت کرتا ہے۔

۸ - حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ "ایک فضول سی کہانی" ہے

لکھا ہے کہ :-

"مولینا سندھی مرحوم نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران "الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن" کے نام سے ایک تفسیر لکھی تھی۔ اس میں موصوف آیت یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے تحت لکھتے ہیں: (ترجمہ عربی)

"مُتَوَفِّیْکَ کے معنے "میں تجھے موت دینے والا ہوں" کے ہیں۔ اور لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کی جو بات عام ہو گئی ہے یہ ایک فضول سی کہانی ہے جو یہودیوں اور عیسائیوں نے پھیلائی ہے اور یہ خیال حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کے بعد بنو ہاشم کے ذریعہ مسلمانوں میں عام ہوا ہے۔ جو صابیوں اور یہودیوں سے متاثر تھے جو حضرت علیؓ کے عہد میں بظاہر دوست بن کر اسلام میں داخل ہو گئے مگر اندرونی طور پر وہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن تھے۔"

("تحریک اسلامی اور اسکے مخالفین" مرتبہ محمد یعقوب طاہر ص ۳۱۸ مطبوعہ تعلیمی پریس لاہور یکم جنوری ۱۹۶۷ء)

الفرقان - حیرت ہے کہ ابھی تک ہمارے ہاں بعض نام نہاد علماء حیات مسیحؑ کے انکار کو موجب کفر قرار دے رہے ہیں۔

نعتِ خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(محترم جناب ثاقب زیروی)

نہ اپنی فکر ہے مجھ کو نہ غم زمانے کا
میں ہوں فقیر محمدؐ کے آستانے کا
مرے سفینۂ ہستی کے ناخدا ہیں حضورؐ
مجھے نہیں کوئی اندیشہ ڈوب جانے کا
یہ میرا دل جسے دُنیا بھی دل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا
حضورؐ آپ کے ہی اک تبسّم لب سے
سلیقہ سیکھا ہے پھولوں نے مسکرانے کا
ہمیشہ برق گری ہے مگر بہ فیضِ رسولؐ
چراغ جلتا رہا میرے آشیانے کا
میں وہ چراغِ عقیدت ہوں دل کی بستی میں
کہ حوصلہ نہیں رکھتا کوئی بجھانے کا
حضورؐ آپ پہ روشن مری حقیقت ہے
میں ایک سادہ سا کردار ہوں فسانے کا
عبور کیسے کروں زندگی کی راہوں کو
کہ میرے سر پہ بڑا بوجھ ہے زمانے کا
زہے نصیب جو مرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنوں ہے چراغِ حرم جلانے کا
گنہ کئے ہیں تو اب اُن کا اعتراف کریں
خدا تو خود بھی ہے خواہاں کسی بہانے کا

زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ لے ثاقب ٭ نبیؐ کا عشق نہیں میرے دل سے جانے کا

تضمینِ حقائق

صادق آں باشد کہ ایامِ بلا ؎ مے گذارد با محبت با صفا

(مسیح موعودؑ)

{سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اس پُر معارف فارسی کلام کے بعض حقائق پر مشتمل اشعار بزبان اردو عنوان بالا کی تشریح کیلئے الفرقان کا شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۷۱ء ملاحظہ فرمایا جائے۔ (خاکسار شبیر احمد)}

وہ مدّعیانِ عشق و وفا لاریب ہیں اہلِ صدق و صفا
ایامِ مصیبت میں بھی جو نہیں چھوڑتے دامن صبر و رضا

ممکن ہی نہیں وہ ڈر جائیں باطل کی اندھیری راتوں سے
بے خوف و خطر وہ بڑھتے ہیں ہاتھوں میں اُٹھائے شمعِ ھدیٰ

لہروں کے تھپیڑے کھا کر بھی ہمت کو جواں وہ رکھتے ہیں
ہونٹوں پہ تبسم رہتا ہے طوفاں میں گو بیڑا ہو گھرا

گر اُن کے مقابل میداں میں اِک فوجِ یزیدی آ جائے
ایسے میں وہ رسمِ شبیری کو شوق سے کر جاتے ہیں ادا

جب اُن کے جلانے کی خاطر نمرود کی آگ بھڑکتی ہے
وہ شیوہ ابراہیمی سے گلزار اُسے دیتے ہیں بنا

دہلیز پہ باطل کی جھکنا کب اُن کو گوارا ہوتا ہے
ہو دار و رسن یا سنگساری منظور انہیں ہر ایک سزا

وہ جذبۂ جوشِ شہادت میں بن جاتے ہیں حضرت شیخ عجمؒ[1]
ہو رسمِ عدو کو شوق اگر اُن پر پتھر برسانے کا

زنجیر کو بوسہ دیتے ہیں جب پا بہ سلاسل ہوتے ہیں
اِک جان تو کیا سَو جان بھی ہو تیار ہیں وہ کرنے کو فدا

اس راہ کا تو بھی سالک ہے شبیرؔ مگر یہ یاد رہے
توفیق نہیں ملتی کوئی حاصل نہ ہو جب تک اذنِ خدا

[1] حضرت شہزادہ عبد اللطیف شہیدؓ

حضرت نعمت اللہ ولیؒ اور ان کا اصلی قصیدہ

[کچھ عرصہ سے شاہ نعمت اللہ صاحبؒ کے نام سے ایک **جعلی قصیدہ** پاکستان میں اشاعت پذیر ہو رہا ہے چنانچہ روزنامہ مشرق لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء وغیرہ میں بھی اسے شوق سے شائع کیا گیا ہے۔ حضرت نعمت اللہ ولیؒ کا **اصل قصیدہ** واقعی شائع شدہ موجود ہے لیکن افسوس کہ بعد ازاں ان کے نام پر یا ان کے ہمناموں کے نام پر بعض بناوٹی اور جعلی قصیدے پھیلائے جا رہے ہیں جن سے عوام میں غلط فہمیاں پھیل سکتی ہیں۔

ہمارے فاضل دوست مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے اس بارے میں ایک تحقیقی مقالہ الفرقان کے لئے تحریر کیا ہے جس سے ساری حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

ہم اصل قصیدہ کا عکس بھی جو الاربعین فی احوال المہدیین مصنفہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ مطبوعہ نومبر ۱۸۵۱ء میں شائع ہوا تھا اس تحقیقی مقالہ کے آخر پر چھاپ رہے ہیں جس سے سب حقیقت واضح ہو جائے گی انشاء اللہ ——— (ایڈیٹر)]

نواحِ دہلی میں قریباً آٹھ سو سال قبل نعمت اللہ ولیؒ کے نام سے ایک نہایت باکمال اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے بلند پایہ روحانی کمالات کی لافانی یادگار ظہورِ امام مہدی سے متعلق ایک مشہور قصیدہ ہے جو صدیوں سے ایشیا بھر میں زبان زدِ خلائق چلا آتا ہے اور قریباً سو، سو سال سے شائع شدہ ہے۔

قصیدہ کے چند حیرت انگیز اشعار

یہ قصیدہ اس برصغیر میں سب سے پہلے حضرت سیّد احمدؒ بریلوی (مجدّد صدی سیزدہم) کے مرید خاص حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاربعین فی احوال المہدیین" میں شائع ہوا جو مصری گنج کلکتہ سے ۲۵ محرم الحرام سنہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۸۵۱ء کو طبع ہوئی تھی۔ اس قصیدہ کے ۵۵ اشعار ہیں اور یہ نہایت اہم غیبی خبروں پر مشتمل ہے۔ اس تاریخی قصیدہ کے چند حیرت انگیز اشعار بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں ؎

قدرتِ کردگار می بینم　　حالتِ روزگار می بینم
از نجوم ایں سخن نمی گویم　　بلکہ از کردگار می بینم

غین رے سال (۱۲۰۰) چوں گزشت از سال	بوالعجب کاروبار می بینم
سکۂ نو زنند بر رخ زر	درہمش کم عیار می بینم
چوں زمستان بے چمن بگزشت	شمس خوش بہار می بینم
دور او چوں شود تمام بکام	پسرش یادگار می بینم
ا-ح-م و دال می خوانم	نام آں نامدار می بینم
مہدیٔ وقت و عیسیٔ دوراں	ہر دو را شہسوار می بینم

یعنی جو کچھ میں اِن ابیات میں لکھوں گا وہ منجمانہ خبر نہیں بلکہ الہامی طور پر مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے۔ بارہ سو سال کے گزرتے ہی عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تیرھویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دُنیا میں آئے گا اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی اور ہجرت کے بارہ سو سال گزرنے کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ عجیب در عجیب کام ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔ پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سکہ چلے گا جو کم عیار ہوگا۔ جب موسمِ خزاں گزر جائے گا تو سر پر آفتاب بہار نکلے گا۔ جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اُس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اُس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اُس کے نمونہ پر ہوگا اور اُس کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا اور وہ اُس کے بعد اُس کا یادگار ہوگا۔ کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ نام اُس امام کا احمد ہوگا۔ وہ مہدی بھی ہوگا اور عیسیٰ بھی، دونوں صفات کا حامل ہوگا اور دونوں صفات سے اپنے تئیں ظاہر کرے گا۔

قصیدہ کے الہامی ہونے پر ناقابلِ تردید آسمانی شہادت

دیگر متعدد اندرونی اور خارجی شواہد کے علاوہ اِس قصیدہ کے الہامی ہونے کی ایک ناقابلِ تردید آسمانی شہادت یہ بھی ہے کہ اس میں ظہور مہدی کے لئے جو زمانہ بتایا گیا تھا وہ حدیثِ نبوی اور صلحائے اُمت کی پیشگوئیوں کے بالکل مطابق ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے "الآیات بعد المائتین" (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ) مشہور حنفی عالم و محدث حضرت مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں :-

"وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ اللَّامُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ بَعْدَ الْاَلْفِ وَهُوَ وَقْتُ ظُهُوْرِ الْمَهْدِیْ۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ برحاشیہ مشکوٰۃ ص۴۷۱ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

یعنی المائتین کے لفظ میں جو الف لام ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے معنے یہ ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس کے بعد دو سو سال گزرنے پر نشاناتِ (مہدی) کا ظہور ہوگا اور یہی وقت مہدی کے ظاہر

ہونے کا ہے۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تفہیماتِ الٰہیہ" جلد دوم ص۱۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَّ الْقِیٰمَۃَ قَدِ اقْتَرَبَتْ وَالْمَھْدِیَّ تَھَیَّأَ لِلْخُرُوْجِ"

یعنی میرے ربّ جلّ جلالہٗ نے مجھے سکھایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدی کا خروج ہونے کو ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ظہورِ مہدی کی تاریخ لفظ "چراغ دین" (۱۲۶۸) سے نکالی اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب "سیفِ مسلول" میں فرمایا کہ امام مہدی کا ظہور علماءِ ظاہر و باطن کے اندازہ اور خیال کے مطابق تیرھویں صدی کی ابتداء میں ہے۔ (حجج الکرامہ ص۳۹۴ مؤلفہ مولانا نواب صدیق حسن خان قنوجی مرحوم)

علاوہ ازیں "الاربعین فی احوال المہدیین" کے آخر میں حضرت شاہ عبدالعزیز کی نسبت صاف لکھا ہے کہ آپ کے نزدیک "بعد بارہ سو ہجری کے حضرت مہدی کا انتظار چاہیئے اور شروع میں صدی کے حضرت کی پیدائش ہے۔ فقط" (ص۴۴)

"الاربعین فی احوال المہدیین" میں قصیدہ اور صاحبِ قصیدہ کا تعارف

کتاب "الاربعین فی احوال المہدیین" میں اس قصیدہ کے اندراج کے بعد لکھا ہے:-

"نعمت اللہ ولی کہ مردِ صاحبِ باطن واز اولیاءِ کامل در ہندوستان مشہور اند ووطنِ اوشاں در اطرافِ دہلی است زمانۂ شاں پانصد وشصت (۵۶۰) ہجری از دیوانِ اوشاں معلوم مے شود ودراں ایں ابیات در ہندوستان مشہور و معروف است چوں دراں ابیات احوالِ مہدی مذکور است آں ابیات را بزیورِ طبع آراستہ شد المرقوم ۲۵ رمحرم الحرام ۱۲۶۸ھ ہجری"

یعنی حضرت نعمت اللہ ولیؒ صاحبِ باطن اور اولیائے کامل میں سے ہیں جو ہندوستان میں بہت مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ آپ کا وطن دہلی کے اطراف میں ہے۔ آپ کے دیوان سے آپ کا زمانہ ۵۶۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ ان اشعار کی ہندوستان میں بہت شہرت ہے اور ان میں امام مہدی کے احوال مذکور ہیں۔ اسی بنا پر ان کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا گیا ہے۔ المرقوم ۲۵ رمحرم الحرام ۱۲۶۸ھ۔

حضرت شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کی طرف غلط نسبت

حضرت نعمت اللہ ولیؒ اور آپ کا مندرجہ بالا تاریخی قصیدہ دونوں بہت مظلوم ہیں۔ وجہ یہ کہ آپ کا

یہ معرکۃ الآرا قصیدہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں کسی غلط فہمی یا مصلحت کی بناء پر کچھ ردّ و بدل کے ساتھ عمداً یا سہواً آپ کے ہم نام ایک دوسرے بزرگ شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کی طرف منسوب کر دیا گیا جو آپ سے قریباً دو سو سال بعد ایران میں پیدا ہوئے اور بہمنی سلطنت کے دوران جنوبی ہند میں بھی تشریف لائے اور جو دکن کے بادشاہ احمد شاہ بہمنی کے ہمعصر اور صوفی مرتاض اور شاعر بے بدل تھے اور جن کا مزار کرمان کے متصل ماہان مقام پر ہے اور مرجع خلائق ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کا شجرۂ نسب سولہ واسطوں کے ساتھ غوث الاعظم حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ "تاریخ فرشتہ" میں جو ہندوستان کی قدیم اسلامی تاریخ کا ایک مستند ماخذ ہے حضرت کے حالات کا تذکرہ ملتا ہے اور ان کا سال وفات ۸۳۴ھ/۱۴۳۱ء لکھا ہے۔ (جلد ا مقالہ سوم روضۂ اوّل صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ کانپور نومبر ۱۸۸۴ء) جناب مفتی غلام سرور مورخ لاہور نے خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں اور علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے شعر العجم حصہ پنجم میں ان کی یہی تاریخ وصال لکھی ہے اور کسی نے مندرجہ بالا قصیدہ ان کی طرف منسوب نہیں کیا۔

۹ر اگست ۱۸۸۸ء کا واقعہ ہے کہ فارسی ادب کے مشہور فاضل و محقق پروفیسر ای۔جی۔براؤن (EDWARD-G-BROWN) شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کے مقبرہ کی زیارت کے لئے ماہان پہنچے جہاں انہیں مزار کے کسی مجاور سے مندرجہ بالا قصیدہ کی نقل حاصل ہوئی جس میں اصل قصیدہ کے خلاف بعض اشعار کی ترتیب اور الفاظ میں ردّ و بدل تھا۔ مثلاً "غین ری سال" کی بجائے "عین و رادال" اور "ا۔ح۔م۔د" کی بجائے "میم حا میم دال" لکھا تھا۔

ایک عرصہ بعد پروفیسر براؤن نے ۱۹۲۰ء میں اپنی کتاب "تاریخ ادبیات ایران" (A LITRARY HISTORY OF PERSIA) میں یہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کے حالات میں درج کر دیا جس سے ہر جگہ یہ غلط فہمی پھیل گئی کہ مذکورہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کا ہے حالانکہ پروفیسر براؤن نے نہایت دیانتداری اور کمال صفائی سے یہ اعتراف بھی کیا تھا کہ ان کے پاس شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کے مکمل دیوان کا ایک نسخہ موجود ہے جو ۱۲۷۶ھ (مطابق ۱۸۶۰ء) کا ہے اور طہران سے چھپا ہے جس میں یہ قصیدہ بالکل مفقود ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:-

"THE POEM IS NOT TO BE FOUND AT ALL IN THE LITHOGRAPHED EDITION."

(کتاب مذکور جلد ۳ صفحہ ۴۶۸ طبع سوم زیر حالات نعمت اللہ کرمانیؒ)

یعنی اس نظم کا لیتھو ایڈیشن میں قطعاً کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اصلی قصیدہ میں ردّ و بدل کا پس منظر ؟

پروفیسر براؤن "تاریخ ادبیات ایران" (LITRARY HISTORY OF PERSIA) حصہ سوم صفحہ ۴۶۵ پر لکھتے ہیں کہ جب میں کرمان میں تھا تو بابی فرقہ کے لوگ مجھے بتایا کرتے تھے کہ باب کے ظہور کی تاریخ ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء بطور پیشگوئی اسی "مے بینم" کے قصیدہ میں بتائی گئی ہے یہ بات بڑی معنی خیز ہے جس سے یہ کھوج لگانے اور یہ معمہ حل کرنے میں ہماری مدد مل سکتی ہے کہ نعمت اللہ ولی کا قصیدہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کی طرف منسوب کرنے کی سازش کس نے کی اور کیوں قصیدہ میں احمد کی بجائے محمد کا لفظ لکھ دیا گیا ؟ اور اس میں مندرج ۱۲۰۰ کے اعداد کو ۱۲۶۰ کس لئے ظاہر کیا جانے لگا اور اصل مصرعہ کے الفاظ کو "غ - ر رس چون گذشت از سال" میں بدلنے کا پس پردہ مطلب کیا تھا ؟

"خواجہ نعمت اللہ ہانسوی" کے نام پر دوؔ قصائد کی تصنیف

انیسویں صدی کے آخر تک نعمت اللہ ولیؒ کے اس شہرۂ آفاق قصیدہ کی ہندوستان اور ایران ہر جگہ دھوم تھی لیکن دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب اتحادیوں نے ترکی کی حکومت کے حصے بخرے کر دیئے اور ہندوستان میں کانگرسی لیڈروں کی قیادت میں رفتہ رفتہ تحریکِ عدم موالات زور پکڑ گئی تو مسلمانانِ ہند کے کانوں نے پہلی بار "خواجہ نعمت اللہ ہانسوی" کے نام پر دوؔ اور فارسی قصائد کا تذکرہ سُنا۔ جب عوام ان نئے قصائد سے کسی حد تک آشنا اور مانوس ہوئے تو امرتسر سے حضرت نعمت اللہ ولیؒ (دہلوی) کے اصلی قصیدہ کے ساتھ ان دوؔ قصائد کو یکجائی طور پر مارچ ۱۹۳۱ء میں "تعلیمات جدیدہ پر ایک نظر" نامی کتاب میں شائع کر دیا گیا جس سے ملک کے علمی حلقوں کو اِس "تصنیفی کارنامہ" کا تفصیلی علم ہوا۔ یہ وہ نازک زمانہ تھا جبکہ پروفیسر براؤن کی کتاب "تاریخ ادبیات ایران" منظرِ عام پر آچکی تھی اور مسلمان اہلِ قلم پیشگوئیوں کے مطابق تیرھویں صدی ہجری سے انتظار میں چشم براہ تھے اور نہایت بے تابی سے لکھتے آرہے تھے کہ :-

> "امام موعود کا تمام اسلامی دُنیا کو اس اضطراب سے انتظار ہے کہ راتوں کو نیندیں نہیں آتیں۔ وہ روز کب دیکھنا نصیب ہوگا ؟ . . . . . یا رب ہمیں یا تو اتنی لمبی عمر دے کہ ہم اس رحمۃ للعالمین نائب کا زمانہ دیکھیں یا ہم پر رحم فرما اور اسے ابھی بھیج دے۔ اگر یہ وقت اس کے ظہور کا نہیں تو اور کونسا ہوگا ؟

روزِ میدانست ترک شاہسوارِ من کجاست
چشم ہر کس بر رُخِ یارے ست یارِ من کجاست
دریغ عمر کہ در انتظار سے گذرد
خدائے داند و من تا چہ زار سے گذرد
چرا نہ نالم از اندوہ در فراقِ غمش
کہ بے وصال مرا روزگار سے گذرد"

(رسالہ "انجمن تائید الاسلام" لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۱ء صہ)

کتاب "تعلیماتِ جدیدہ پر ایک نظر" کے مؤلف نے اپنی کتاب میں دونوں قصائد درج کر کے یہ انکشاف بھی فرمایا کہ:-

"پچھلے ترک موالات کے دنوں میں دو قسم کے اور قصیدے بھی شائع ہوئے تھے۔ ایک کا قافیہ شود تھا اور دوسرے کا بیانہ اور اس میں مختلف التواریخ اور متباین المضامین تھے اس لئے ایسے قصائد قابلِ اعتبار ہی نہیں"

اصلی قصیدہ پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش

مؤلفِ کتاب چونکہ کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ حضرت نعمت اللہ ولی کے اصل قصیدہ کی طرف عوام کا رجحان بڑھے اور مسلمان اس میں ذرہ برابر دلچسپی لیں اس لئے انہوں نے یہ بھی لکھ ڈالا کہ "عام اہلِ اسلام کا خیال ہے کہ یہ قصیدہ اور ایسے کئی ایک قصائد ۱۸۵۷ء کے غدر کے وقت مسلمانوں کی طفل تسلی دینے کے لئے اختراع کئے گئے ہیں ورنہ اصل میں کسی کشفِ صحیح پر ان کی بنیاد نہیں" (صہ) مگر ظاہر ہے کہ جہاں تک الاربعین والے اصل قصیدہ کا تعلق ہے یہ بات بالبداہت غلط تھی۔ کیونکہ یہ قصیدہ غدر ۱۸۵۷ء سے بھی چھ برس پہلے شائع ہو چکا تھا اور اصل دیوان سے نقل کر کے چھپوایا گیا تھا جس کی صحت یقیناً شک و شبہ سے بالا تھی۔

جدید قصائد کی وضعی حیثیت کا بے نقاب ہونا

حضرت نعمت اللہ ولی کے اصل قصیدہ کے علاوہ دوسرے دونوں قصیدوں کا وضعی ہونا بہت جلد اہلِ قلم و اہلِ دانش پر کھل گیا اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا اس لئے کہ مذہبی دنیا کی تاریخ میں جتنی صحیح

پیشگوئیاں محفوظ ہیں اُن میں اخفاء اور ابہام کا پہلو ضرور پایا جاتا ہے۔ یہی بات شمالی ہند کے عالمِ دین مولوی فیروز الدین صاحب تاجر کتب لاہور کو کھٹکی جنہوں نے اپنی کتاب "قصیدہ ظہورِ مہدی" میں صاف صاف لکھا کہ:-

"بات یہ ہے کہ کسی خاص حادثہ یا قیامت کے متعلق صحیح صحیح اطلاع دیکر وقت مقرر کرنا آئینِ قدرت کے خلاف ہے۔ تمام انبیاء و اولیاء قیامت کو ابتداء ہی سے قریب کہتے چلے آئے ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر شخص اسے قریب سمجھ کر ظلم و طغیان اور فسق و کفران سے بچنے کی کوشش کرے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام ابتداء ہی سے کہہ دیتے کہ آٹھ ہزار برس گزر چکنے کے بعد قیامت آئے گی تو تمام پیغمبروں کی وعید بے اثر ہو جاتیں۔ ہر شخص سمجھتا کہ وہ زمانہ ابھی بہت بعید ہے دیکھا جائے گا۔ اب شاید یہاں کوئی یہ خیال پیدا کرے کہ اس بات سے نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب پائی جاتی ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ انبیاء اور اولیاء کی نظریں بہت بلند ہوتی ہیں اور وہ تمام واقعاتِ آئندہ کو دیکھ لیتی ہیں جو اُن کو بالکل قریب نظر آتے ہیں اس لئے اُن کا قریب فرمانا باوجود ہمارے لئے بعید ہونے کے بھی بالکل سچ ہے۔ سالوں، مہینوں اور دنوں کے تعیّنات تو ہمارے لئے ہیں۔ انہیں جب اصل واقعات سامنے نظر آ گئے تو ان کے لئے بعید کیسے ہو گئے؟

اسی اعتبار سے قرآن مجید میں جا بجا قیامت کو اسی طرح ظاہر فرمایا ہے کہ وہ قریب ہے کیونکہ اصلاحِ عالم کے لئے مصلحت یہی ہے۔ پس اس خیال کو مدِّنظر رکھتے ہوئے مناسب نہیں ہوتا کہ کوئی ولی اللہ قیامت یا کسی ایسے عالمگیر واقعہ کا سن و سال مقرر فرمائے۔ گو اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ بعض دفعہ انبیاء و اولیاء خاص الخاص اشخاص سے اِس رازِ الٰہی کو آشکار فرما دیا کرتے تھے مثلاً حضرت انس رضؓ نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حکم ہو تو میں (حاضرین سے) ہر ایک کے بہشتی اور دوزخی ہونے کی بابت ظاہر کر دوں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ یہ رازِ الٰہی اظہار کے لائق نہیں۔"

(قصیدہ ظہورِ مہدی علیہ السلام مع سوانح عمری حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ صفحہ ۲۸-۲۹-۳۰ طبع دوم مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس بیرون دروازہ شیرانوالہ گیٹ لاہور)

جناب مولوی فیروز الدین صاحب نے اس حقیقت پر روشنی ڈالنے کے بعد "خواجہ نعمت اللہ ہانسوی" کے نام پر تصنیف ہونے والے دونوں قصائد کا ذکر درج ذیل الفاظ میں فرمایا:-

"اسی قسم کے بعض دوسرے قصائد بھی عوام میں مشہور و متداول ہیں مثلاً ایک وہ قصیدہ ہے جس کی ردیف ہے "پیدا شود"

راست گویم بادشاہے دوجہاں پیدا شود

اس کے مصنف نے بھی کچھ تبدیلی کے ساتھ بعض حوادث کی اطلاع دی ہے مگر اس قصیدہ کو سید نعمت اللہ شاہ صاحب کرمانی رح سے منسوب کرنا نہ صرف ظلم ہے بلکہ حماقت بھی ہے کیونکہ یہ قصیدہ صرف ہندوستان سے مخصوص ہے جس میں شاعر نے امیر تیمور سے لے کر معظم شاہ تک تو مغلیہ بادشاہوں کو نام بنام گنوا دیا ہے لیکن اس کے بعد ناموں کی گڑبڑی کے باعث مصنف صاحب خود بھول گئے ہیں کیونکہ یہاں اکبر ثانی کے نام نے انہیں آگے نہیں چلنے دیا۔

اسی طرز کا ایک اور قصیدہ بھی دیکھا گیا جس میں حبیب اللہ و نصر اللہ (مرحوم امیر افغانستان اور اُن کے برادر محترم مرحوم) کے نام بھی تھے جسے ایک بھوپالی صاحب نے اپنے ولی عہد ریاست نصر اللہ خان بہادر سے نسبت دی تھی مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ قصائد کس اعتبار کے لائق تھے۔ ...... بہرحال ایسے تمام قصائد کا جن میں ہندوستان کے متعلق یا اس کے گرد و نواح افغانستان وغیرہ کی سلطنتوں کے بادشاہوں کے نام خصوصیت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہوں سید نعمت اللہ شاہ صاحب کرمانی سے منسوب کرنا علمی حیثیت سے ایک کوشش بے فائدہ ہے"

(قصیدہ ظہور مہدی علیہ السلام مع سوانح عمری حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رح صفحہ ۳۴-۳۵-۳۶)

۱۹۴۸ء میں ایک قصیدہ کی اضافہ کے ساتھ اشاعت

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مملکت خداداد پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء کو عید الفطر سے صرف ایک روز قبل ریڈکلف ایوارڈ نے نہایت ظالمانہ طور پر بٹالہ، گورداسپور اور پٹھانکوٹ کی مسلم اکثریت کی تحصیلوں کے علاوہ اور بہت سا علاقہ پاکستان سے کاٹ کر ہندوستان کا حصہ بنا دیا اور ساتھ ہی ہندوؤں اور سکھوں نے مشرقی پنجاب کے نہتے اور مظلوم مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا اور مسلم ہند کے بڑے بڑے اسلامی شہر مسلمانوں سے چھن گئے حتیٰ کہ دہلی جیسا عظیم شہر جو مسلمان بادشاہوں کا صدیوں تک دارالسلطنت رہا مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن گیا اور کربلا کا منظر پیش کرنے لگا۔

...ملاحظہ پر ۱۹۴۷ء کے وسط میں بعض ہوشیار لوگوں نے خواجہ نعمت اللہ کی طرف منسوب ایک ... جس کا قافیہ "بیانہ" تھا اور تحریک عدم موالات کے زمانہ میں ۴۶ اشعار تک تصنیف ہوا تھا ... اخبار "زمیندار" اور "شہباز" وغیرہ میں مزید پندرہ سولہ اشعار کے اضافہ کے ساتھ شائع کردیا۔ ... اشعار میں اس طرز کا مضمون تھا کہ ہندوستان کی تقسیم کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا شہر اُن ... سے نکل جائے گا اور اس میں اُن کا قتل عام ہوگا۔ یہ قصہ دو عیدوں کے درمیان ہوگا مگر پھر ... مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار آجائے گی اور وہ ہندوستان پر دوبارہ قابض ہوجائیں گے۔ ... تک میر عثمان علی مرحوم والئ دکن کی ریاست قائم تھی اس لئے یہ شعر بھی جوڑ دیا گیا کہ ؎

بعد آں شود چو شورش در ملک ہند پیدا
عثمان نماید آندم یک عزم غازیانہ

... کے بعد پورے ملک ہند میں شورش برپا ہوگی تب عثمان جہاد کا مصمم ارادہ کرے گا۔ لیکن ... ۱۹۴۸ء کو ریاست حیدرآباد نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس پیشگوئی ... کے بناوٹی ہونے پر خود بخود مُہرِ تصدیق ثبت ہوگئی۔

... امروز کا زبردست تنقیدی نوٹ

... قصیدہ کو اصلی ثابت کرکے اس میں اضافہ کرنے کی حرکت نہایت درجہ افسوسناک تھی جس ... ف پنجاب کے مسلم پریس کی طرف سے زبردست صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ چنانچہ اخبار "امروز" نے ... ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں اس پر مندرجہ ذیل تنقیدی نوٹ شائع کیا:۔

"کچھ دنوں سے ہمارے ہاں شاہ نعمت اللہ ولی کے قصیدے کی بڑی شہرت ہے۔ چنانچہ اکثر اخباروں نے اس قصیدے کو شرح کے ساتھ شائع کیا ہے اور شروع میں شاہ صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی بھی دے دیئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولی جنہوں نے یہ قصیدہ آج سے ۷۹۰ سال قبل تصنیف فرمایا تھا بہمنی سلطنت کے زمانے میں بیدر بھی تشریف لائے تھے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ قصیدہ بارھویں ... کے آخر میں تصنیف ہوا اور شاہ صاحب اس کی تصنیف سے کوئی ... کے بعد ہندوستان تشریف لائے۔ کیونکہ بہمنی سلطنت اس ... سے کوئی دو سو برس کے بعد قائم ہوئی ہے۔ ان دونوں باتوں کو

صحیح قرار دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شاہ نعمت اللہ کی عمر ڈھائی تین سو سال قرار دی جائے لیکن شاہ نعمت اللہ جو عام طور پر شاہ نعمت اللہ کوہستانی کے نام سے مشہور ہیں کوئی ایسے غیر معروف بزرگوار نہیں کہ ان کے بارے میں اس قسم کی دُور از کار قیاس آرائیاں کرنی پڑیں۔ وہ پندرھویں صدی کے بزرگوار ہیں۔ یعنی اُن کے قصیدے کا جو سال تصنیف بتایا گیا ہے اس میں اور اُن کے زمانے میں کوئی تین سو برس کا فصل ہے۔ .... شاہ نعمت اللہ اپنی نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ ہی سے نہیں بلکہ اپنے شاعرانہ کمالات کی وجہ سے بھی بہت مشہور ہیں۔ تمام اربابِ تذکرہ ان کا نام بڑی عزت سے لیتے ہیں اور ان کے کلام کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کا شمار صوفی شعراء کے اُس گروہ سے ہوتا ہے جن میں سنائی، عطار، مولوی، رومی، عراقی، اوحدی، سلطان ابو سعید ابو الخیر وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے اشعار میں بڑی حلاوت اور لوچ ہے۔ زبان بڑی منجھی ہوئی اور صاف ستھری، اور یہ چیز اُن کے اکثر معاصر اور قریب العہد شعراء میں موجود ہے۔

شاہ نعمت اللہ سے جو قصیدہ منسوب کیا گیا ہے اور جس میں ہندوستان کی تقسیم اور گاندھی جی کے قتل کے علاوہ ایک اور عالمگیر جنگ کی بھی پیشگوئی کی گئی ہے اپنی زبان و بیان کے اعتبار سے ایسا نہیں کہ اسے شاہ نعمت اللہ کوہستانی جیسے مشہور اور مستند شاعر سے نسبت دی جا سکے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہم شیر با برادر پسران ہم بہ مادر — نیز ہم پدر بہ دختر مجرم بہ عاشقانہ

شہر عظیم باشد اعظم ترین مقتل — صد کربلا چو کربل ہر خانہ بخانہ

ماہِ محرم آید باتیغ با مسلماں — سازند مسلم آں دم اقدام جارحانہ

نیز ہم حبیب اللہ صاحب قرآن من اللہ — گیرند نصرت اللہ شمشیر از میانہ

فارسی محاورہ کی سینکڑوں غلطیاں ان اشعار میں ہیں ان سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو اس کا کیا علاج کہ اکثر مقامات پر حروف صحیح وزن سے باہر ہیں مثلاً دو جگہ "نیز ہم" آیا ہے دونوں جگہ ہ ساقط ہے اور "اقدام جارحانہ" سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شاہ نعمت اللہ کے عہد کی زبان نہیں ہو سکتی کیونکہ "جارحانہ اقدام" خالص اخباری زبان کا لفظ ہے جسے رائج ہوئے ۲۰-۲۵ برس سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ بہرحال اس قصیدہ کی زبان قطعاً غلط ہے جسے "فارسی" کہتے ہوئے بھی ہمیں ہزار بار تامل ہوتا ہے۔

یہ قصیدہ مدت سے پنجاب، سرحد اور کشمیر میں مشہور ہے۔ ایک زمانے میں اس میں دجال کے خروج اور امام مہدی کے ظہور کا ذکر تھا۔ اب اس میں ہندوستان کی تقسیم، گاندھی جی کے قتل اور فرقہ وارانہ فسادات کا تذکرہ ہے۔ حبیب اللہ صاحب قران من اللہ سے اس زمانے میں امیر حبیب اللہ والیٔ افغانستان مراد لئے جاتے تھے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ شعر قائد اعظم سے تعلق رکھتا ہے۔

غرض اس بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ کوہستانی کی تصنیف نہیں۔ اس کی زبان سراسر غلط ہے اور اکثر مصرعے وزن سے باہر ہیں اور اس میں بعض ایسے الفاظ بھی آ گئے۔ جو مولانا ظفر علی خان نے ترجمہ کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے وضع کئے اور اردو میں رائج کر دیئے۔ یہ قصیدہ مدت سے مشہور ہے لیکن اب اسے بہت سے اشعار کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔"

(روزنامہ امروز ۱۹ ر جولائی ۱۹۴۸ء بحوالہ "الفضل" لاہور ۲۰ ر جولائی ۱۹۴۸ء صفحہ ۲)

ماہنامہ "معارف" دار المصنفین اعظم گڑھ کی تحقیق

پاکستان کے ایک ممتاز اہل قلم جناب عبدالشکور صاحب کا بیان ہے کہ :-

"برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے فوراً بعد جو دور ابتلاء آیا اُس وقت یہ قصیدہ ماہنامہ "قندیل" کراچی میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا "شکست ہندوستان"۔ اس پر ایک صاحب نے اس کا تراشہ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کو بھیجا اور استفسار کیا کہ آیا شاہ صاحب کا اصل قصیدہ یہی ہے؟ اور موجودہ قصیدے کی اصل حقیقت کیا ہے؟ "معارف" کی طرف سے اس استفسار کا جو جواب دیا گیا وہ "معارف" کی جلد ۶۱ نمبر ۲ شمارہ فروری ۱۹۴۸ء صفحہ ۱۴۵ پر شائع ہوا ہے جو راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ اس جواب کے مطابق موجودہ قصیدہ جعلی، خود ساختہ اور فرضی ہے۔ اس قصیدہ کا شاہ صاحب کے اصل قصیدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ یہ قدیم زمانہ کے کسی نسخہ میں موجود ہے اور نہ ہی کسی مطبوعہ نسخہ پر مبنی ہے۔"

ذیل میں مذکورہ رسالہ کے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں :-

"...... اس کے فرضی ہونے کی داخلی شہادتیں خود اس قصیدے کے اشعار میں موجود ہیں۔ اول تو اس کا ہر شعر ہندوستانی فارسی میں ہے جس کا انداز شاہ نعمت اللہ صاحب کے زمانے کی فارسی سے

بالکل مختلف ہے اور اس میں بہت سے ایسے الفاظ بھی ہیں جو شاہ صاحب کے زمانے میں اس معنی میں استعمال نہیں ہوتے تھے نیز بعض ملکوں کے نام بھی شاہ صاحب کے زمانے میں موجود نہیں تھے مثلاً جاپان کا ذکر اس قصیدے میں بار بار آیا ہے حالانکہ جاپان کا نام جاپان مارکوپولو کے سفر چین (۱۲۹۵ء) کے بعد کا واقعہ ہے چینی اس جزیرہ کو CHIPENKUE چی پنکو کہتے تھے اور بعد میں یہ لفظ CHIPANGRI چی پان گائے ہوا اور انگریزی میں جاپان ہوگیا (جاپان از ڈیوڈ مرے) ظاہر ہے کہ یہ نومولود لفظ ایسا نہ تھا کہ شاہ صاحب کے زمانے میں لوگ اس سے واقف ہوتے اور جنگ روس و جاپان اور زلزلہ جاپان کا تذکرہ اس بے تکلفی سے ہوتا۔ حال کا قصیدہ ایک سیاسی پروپیگنڈہ اور مسلمانوں کو انکے ابتلا کے لئے خوش آئند توقعات میں الجھانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یہ قصیدہ کسی قدیم قلمی نسخہ میں نہیں ہے اور نہ ہی کسی مطبوعہ اصل نسخہ پر مبنی ہے بلکہ سراسر خود ساختہ، فرضی اور جعلی ہے۔

(معارف فروری ۱۹۴۲ء بحوالہ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۵ دسمبر ۱۹۷۱ء صـ۳)

ناظم دارالاشاعت علوم اسلامیہ ملتان کا حقیقت افروز بیان

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ناظم دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان نے موجودہ اپنے کتابچہ قصائد شاہ نعمت اللہ کے دیباچہ میں بالبداہت لکھا کہ:-

"محقق حضرات کا فرمانا ہے کہ قصیدہ اول اصلی ہے جس کے اشعار میں کمی بیشی نہیں ہوئی اور اس میں سے یتیم کا لفظ بہت ذمہ دارانہ ہے جو حقیقت حال کو واضح کرتا ہے باقی دونوں قصیدے اضافی اور وضعی ہیں" (صـ۳ کم)

۱۹۴۲ء کے اضافی قصیدہ کی دوبارہ تشہیر

یہ ہے حقیقت و اصلیت اُن دو قصائد کی جو حضرت نعمت اللہ ولی کے اصلی قصیدہ کے مقابل ان کے نام پر تقریباً نصف صدی سے پھیلائے جا رہے ہیں ستم ظریفی کی انتہاء یہ ہے کہ وہی وضعی اور جعلی قصیدہ جسے ۱۹۴۲ء میں اضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا تھا حال ہی میں دوبارہ شائع کیا گیا ہے اور اس قصیدہ کے "مؤلف" شاہ نعمت اللہ کو بیک جنبش قلم جہانگیر اور شاہجہان کا ہمعصر بنا کر عوام کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ "شاہ نعمت اللہ نے آنے والے انقلابات زمانہ پر تقریباً دو ہزار اشعار فارسی زبان میں لکھے" (مشرق ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء صـ۵) یہ اعلان دوسرے لفظوں میں اس عزم کا اظہار ہے کہ جب تک حضرت شاہ نعمت اللہ کے نام پر شائع کئے جانے والے اشعار کی تعداد دو ہزار تک نہ پہنچ جائے یہ سلسلۂ تصنیف و اختراع جاری رہے گا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سچ فرمایا مخبر صادق سید المطہرین امام الصادقین فخر المرسلین خاتم النبیین محبوب حضرت احدیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سَیَخْرُجُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ هُمْ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ بِمَا یُحَدِّثُوْنَکُمْ مِنَ الْحَدِیْثِ لَمْ تَسْمَعُوْا بِهٖ اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یَفْتِنُوْنَکُمْ"

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صـ۳۴۹) ◆

عکس قصیدہ حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قدرت کردگار می بینم / حالت روزگار می بینم
از نجوم این سخن نمیگویم / بلکہ از کردگار می بینم
در خراسان و مصر و شام و عراق / فتنہ و کارزار می بینم
ہمہ را حال میشود دیگر / گر یکی در ہزار می بینم
قصہ بس غریب میشنوم / غصہ در دیار می بینم
غارت و قتل لشکر بسیار / از یمین و یسار می بینم
بس فرومایگان بیحاصل / عالم و خونہ کار می بینم
مذہب و دین ضعیف کار / بدع افتخار می بینم
دوستان عزیز ہر قومی / گشتہ غمخوار و خوار می بینم
منصب و عزل و بیگی عمال / ہر یکی را دو بار می بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر / خصمی و گیر و دار می بینم

(۲)

مکر و تزویر و حیله در هر جا — از صغار و کبار می بینم
بقعه خیر سخت گشت خراب — جای جمع شرار می بینم
اندکی امن گر بود امروز — در حد کوهسار می بینم
گرچه می بینم این همه غم نیست — شادی غمگسار می بینم
بعد امسال و چند سال دگر — عالمی چون نگار می بینم
بادشاه شام دانای — سروری باوقار می بینم
حکم امسال صورتی دگرست — نه چو پیرار و پار می بینم
غین و ری سال چون گذشت از سال — بوالعجب کار و بار می بینم
گرد آئینه ضمیر جهان — گرد و زنگ و غبار می بینم
ظلمت ظلم ظالمان دیار — بی حد و بی شمار می بینم
جنگ و آشوب و فتنه و بیداد — در میان و کنار می بینم
بنده را خواجه وش همی یابم — خواجه را بنده وار می بینم
هرکه او یار پار بود امسال — خاطرش زیر بار می بینم
سکه نو زنند بر رخ زر — درهمش کم عیار می بینم
هر یک از حاکمان هفت اقلیم — دیگری را دوچار می بینم
ماه را روسیاه می نگرم — مهر را دل فگار می بینم
تاجر از دزد رست بی همراه — مانده در رهگذار می بینم
حال هند و خراب می یابم — جور ترک و تتار می بینم

(۳)

بعض اشجار بوستان جهان — بی بهار و ثمار می بینم

بهدلی و قناعت و کنجی — حالیا اختیار می بینم

غم مخور زانکه من درین تشویش — خرمی وصل یار می بینم

چون زمستان بی چمن بگذشت — شمس خوش بهاری می بینم

دور او چون شود تمام بکام — پسرش یادگار می بینم

بندگان جناب حضرت او — سربسر تاجدار می بینم

بادشاه تمام هفت اقلیم — شاه عالی تبار می بینم

صورت و سیرتش چو پیغمبر — علم و حلمش شعار می بینم

ید بیضا که باد تابنده — باز با ذوالفقار می بینم

گلشن شرع را همی بویم — گل دین را ببار می بینم

تا چهل سال ای برادر من — دور آن شهسوار می بینم

عاصیان از امام معصوم — خجل و شرمسار می بینم

غازی دوستدار دشمن کش — همدم و یار غار می بینم

زینت شرع و رونق اسلام — محکم و استوار می بینم

گنج کسری و نقد اسکندر — همه بر روی کار می بینم

بعد ازان خود امام خواهد بود — بس جهان را مدار می بینم

اح م ودال می خوانم — نام آن نامدار می بینم

دین و دنیا ازو شود معمور — خلق زو بختیار می بینم

(۴)

مهدی وقت و عیسی دوران — هر دو را شهسوار می بینم

این جهان را چو مصر می نگرم — عدل او را حصار می بینم

هفت باشد وزیر سلطانم — همه را کامگار می بینم

بر کف دست ساقی وحدت — باده خوشگوار می بینم

تیغ آهن دلان زنگ زده — کند و بی اعتبار می بینم

گرگ با میش و شیر با آهو — در چرا با قرار می بینم

ترک عیار مست می نگرم — خصم او در خمار می بینم

نعمت الله نشسته در کنجی
از همه بر کنار می بینم

نعمت الله ولی که مرد صاحب باطن و از اولیاء کامل در هندوستان مشهور اند وطن اوشان در اطراف دهلی ست زمانهٔ شان پانصد و شصت هجری ز دیوان اوشان معلوم میشود و در آن این ابیات در هندوستان مشهور و معروف ست چون در ان ابیات احوال صدق مذکور ست بنابران آن ابیات را بزیور طبع آراسته شد المرقوم ۲۵ محرم الحرام سنه ۱۲۶۸ هجری

حقیقتِ حال کیا ہے؟

(جناب احسان قریشی صاحب صابری)

{ ذیل کا مضمون مندرجہ بالا عنوان سے ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۰ر جنوری ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا ہے جس کی افادیت کے پیشِ نظر اسے من وعن نقل کیا جاتا ہے ——— (ایڈیٹر) }

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر ابتلاء اور مصائب کا کوئی دَور آیا تو کسی نہ کسی اہلِ قلم نے شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا قصیدہ ترمیم کے ساتھ شائع کر دیا۔ تاکہ انہیں تسلی اور تشفی ہو۔ بجائے اس کے کہ ہم زوال اور نکبت کے اصل اسباب قرآن و سُنّت کی روشنی میں تلاش کریں اور اپنا اور اپنی قوم کا انفرادی اور اجتماعی جائزہ لیں اور ان اسباب کا ازالہ کریں۔ نیز اپنی عملی قوتوں کو بروئے کار لا کر نامساعد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں ہمیں اس قصیدہ کی معرفت اور ان پیشین گوئیوں کے پیش نظر خوش آئند توقعات قائم کرنا پڑتی ہیں۔

سب سے پہلے یہ قصیدہ ۱۸۵۷ء کے ابتلاء کے بعد شائع ہوا تھا۔ دوسری بار چند ترامیم کے ساتھ پہلی جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد کسی صاحب نے شائع کر دیا جس میں سلطان ترکی کی یلغار اور خلافتِ عثمانیہ کی نشأۃِ ثانیہ کے متعلق پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ تیسری بار یہ قصیدہ ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا تھا جب بھارت نے حیدر آباد دکن پر حملہ کیا۔ اس میں چند ایسے اشعار بھی درج تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ سلطنت آصفیہ کا جھنڈا لال قلعہ دہلی پر عنقریب لہرائے گا۔ چوتھی بار یہ قصیدہ اب موجودہ دورِ ابتلاء میں شائع ہوا ہے تاکہ ہم اپنی کوتاہیوں، بداعمالیوں اور سہل کوشیوں کا جائزہ لئے بغیر پیشین گوئیوں کے سہارے خوش آئند توقعات قائم کرتے رہیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ حالانکہ ہمارے ابتلاء کے اسباب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔ حق تعالےٰ نے ہمیں ۱۹۴۷ء میں ایک وسیع و عریض ملک اپنے فضل و کرم سے بطور انعام عطا کیا تھا۔ قرآن حکیم کی آیات کے مطابق عادتِ الٰہی یہ رہی ہے کہ انعام کا شکریہ ادا کیا جائے تو نعمت میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور اگر ناشکری کی جائے اور مسلمان بداعمالیوں میں مبتلا ہو جائیں تو حق تعالیٰ ناراض ہو کر تھوڑی بہت سزا انہیں دے دیتا ہے۔ ہمارے لئے اس انعام کے شکر کی صورت یہی تھی کہ ہم اپنی زندگیاں منشاءِ الٰہی کے مطابق ڈھالتے، اپنا نظام سلطنت اس کے فرمان کے مطابق بناتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روایات قائم کرتے۔ اس کے بجائے ہم نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا انعام

کسی قوم سے اُس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اس کا استحقاق نہ گنوا دے۔

جو کچھ ہم نے بویا ہے وہی ہم کاٹ رہے ہیں۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا اسم گرامی نورالدین سید شاہ نعمت اللہ ولیؒ ہے۔ ان کا دیوان برٹش میوزیم لندن، رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری لندن اور پبلک لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔ ہجری ۱۲۷۶ میں طہران (ایران) کے ایک پبلشر نے بھی یہ دیوان جو تمام کا تمام فارسی زبان میں ہے شائع کیا تھا۔ یہ قصیدہ جو اب اخبارات میں شائع ہوا ہے اس دیوان میں کہیں موجود نہیں ہے۔ نیز شاہ صاحب کے حالات زندگی عام فارسی تذکروں مثلاً مجمع الفصحاء، مرآۃ الاسرار، ریاض الشعراء، تذکرہ دولت شاہ سمرقندی، اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیاء مرتبہ مفتی غلام سرور لاہوری، تذکرۃ الکرام اور تاریخ فرشتہ میں پائے جاتے ہیں۔ برٹش میوزیم لندن میں جو نسخہ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ہے وہ ۱۹۳۶ء میں پٹنہ کے کسی پریس کا شائع شدہ ہے۔ نیز طہران (ایران) والا نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کی لائبریری میں محفوظ ہے (۱۲۷۶ ہجری) اس دیوان میں مناقب شاہ نعمت اللہ ولی کے عنوان سے شاہ صاحب کی مختصر سی سوانح عمری بھی درج ہے اس کے مطابق شاہ نعمت اللہ ولیؒ کبھی برصغیر پاک و ہند میں تشریف نہیں لائے اور نہ ہی ان کا مزار بھارت یا پاکستان میں کہیں موجود ہے البتہ ان کی اولاد سلطان احمد شاہ بہمنی کی دعوت پر ہند میں آئی تھی۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ ۷۳۰ ہجری میں حلب میں پیدا ہوئے، عراق میں نشو و نما پائی۔ ۲۴ سال کی عمر میں مکہ معظمہ گئے۔ یہاں سات سال قیام پذیر رہے اور شیخ عبداللہ یافعیؒ (متوفی ۷۶۸ ہجری) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر تصوف اور سلوک کی راہ طے کی اور ان کے مجاز بیعت (خلیفہ) مقرر ہوئے۔ اس کے بعد شاہ صاحب سمرقند، ہرات اور یزد میں مقیم رہے اور ہر جگہ ان سے بڑی تعداد میں افراد بیعت ہوئے۔ آخر قصبہ ماہان میں جو کرمان سے ۵ میل دور ہے مستقل سکونت اختیار کی اور اپنی زندگی کے آخری ۲۵ سال وہیں بسر کئے اور ۸۳۴ ہجری میں ۱۰۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔

شاہ صاحب خود کبھی برصغیر میں تشریف نہیں لائے۔ البتہ ان کے کشف و کرامات کی شہرت دور دور تک پھیلی جس سے وہ مختلف سلاطین کے حلقہ میں بڑے احترام اور عقیدت سے دیکھے جاتے تھے۔ انہی سلاطین میں دہلی کا حکمران احمد شاہ بہمنی بھی تھا۔ اسی کی درخواست پر شاہ صاحب کے پوتے میر نور اللہ دکن آئے۔ سلطان نے مخدوم کی حیثیت سے بڑی عزت و تکریم کی۔ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا اصل قصیدہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

قدرتِ کردگار می بینم

حالتِ روزگار می بینم

اور وہ قصیدہ جو اخبارات میں شائع ہوا

ہے اس کا اصل قصیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ موجودہ قصیدے کے فرضی ہونے کی داخلی شہادتیں خود اس قصیدہ میں موجود ہیں (جیسے بعض نام) جو کہ شاہ صاحب کے زمانے میں موجود نہیں تھے۔ مثلاً جاپان کا ذکر بار بار اس قصیدے میں آیا ہے حالانکہ اس ملک کا نام جاپان ۱۲۹۵ء میں پڑا تھا۔ اس سے پہلے (شاہ صاحب کے وقت میں) اس ملک کا نام "جی نیکو" تھا۔ البتہ سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک و ہند جنگ کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ نسائی شریف کتاب الجہاد۔ باب غزوۃ الہند جلد نمبر ۲ ص۴۳ مطبوعہ مصر۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کے دو گروہوں کو حق تعالیٰ خاص طور پر جہنم کی آگ سے بچائیں گے۔ ایک گروہ جو ہندوستان سے جنگ کرے گا اور دوسرا گروہ جو اس کے بعد آئے گا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ساتھ دے گا۔"

رسول مقبولؐ کے اس فرمان کے مطابق فتح آخر میں ہماری ہی ہوگی۔ کیونکہ ان دونوں گروہوں کے لئے آگ سے براءت اور فتح کی بشارت موجود ہے۔ (چٹان ۱۰ ر جنوری ۱۹۷۲ء)

الفرقان۔ اس مضمون کی ایک بات خاص توجہ کے قابل ہے یعنی یہ کہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے غلبہ کی بشارت۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ مسلمان اس جماعت میں شامل ہو کر متحد ہوں گے ۔

سوالات اور جوابات

سوال ۱۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے جس کا مطلب "نبیوں کی مُہر" ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اس مُہر سے اُمتی نبی بن سکتے ہیں تو چودہ سو سال میں اس مُہر سے صرف حضرت میرزا صاحب ہی کیوں نبی بن سکے؟

الجواب۔ خاتم النبیین کے لغوی معنے نبیوں کی مُہر کے ہیں۔ یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقامِ مدح میں استعمال ہوا ہے۔ اس مرکب لفظ کے معنے مقامِ مدح میں استعمال ہونے کی صورت میں نبیوں میں افضل و اعلیٰ ہونے کے ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اس مرکب لفظ کے معنے ابوالانبیاء (نبیوں کا باپ) تحریر فرمائے ہیں۔ (تحذیر الناس ص۱)

باقی رہا یہ سوال کہ چودہ سو سال میں خاتم النبیین کی قوتِ قدسیہ سے ایک ہی اُمتی نبی کیوں پیدا ہوا؟ اس کا جواب کئی پہلوؤں سے ہے:۔

اوّل یہ کہ خاتم النبیین کی عظیم ترین تاثیرات کا نتیجہ تھا کہ آپ کے وصال کے جلد بعد اور نبی کی ضرورت پیدا نہ ہوئی۔ پہلے انبیاء کے بعد بھی وقفہ پیدا ہوتا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے چھ سو سال بعد بعثتِ نبویؐ ہوئی تھی۔ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے آسمانوں سے اُترنے کے

قائل ہیں یہی سوال اُن سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اتنے عرصہ تک کیوں نہیں آئے؟

دوم۔ حضرت خاتم النبیین کی بعثت سارے جہان کے لئے ہے۔ آپؐ کے بعد آپؐ کا اُمتی نبی بھی ساری قوموں کے لئے ہی مبعوث ہو سکتا ہے۔ اس سے اس کی عظمت بھی واضح ہے۔ ایسا اُمتی نبی اگر دیر سے آئے تو جائے اعتراض نہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سوم۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کسے، کہاں اور کب رسول بنائے؟ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر سے ہزارہا اولیاء و صلحاء پیدا ہوئے ہیں جو حدیث کے مطابق بمنزلہ انبیاءِ بنی اسرائیل تھے۔ البتہ خاتمیتِ محمدیہ کی مُہر کے اثرات کے نمایاں طور پر ظاہر ہونے کے لئے اُمتی نبی کا وجود بھی ضروری تھا۔ وہ جلد ظاہر ہو یا دیر سے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

سوال ۱۲۔ جب اُمت کے مشورے سے خلیفہ کا تقرر ہو سکتا ہے تو مشورہ سے خلیفہ کو معزول کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ یہ جمہوریت کی کونسی شکل ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے؟ (شیعی رسالہ پیام عمل مئی ۱۹۶۲ء)

الجواب۔ خلافت کے متعلق ارشاد باری ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۃ نور ع ۷) کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان متقیوں کو اس طرح خلافت سے نوازے گا جس طرح اس نے پہلے مومنوں کو نوازا تھا۔

نبی کے ذریعہ سے قائم ہونے والی اور روحانی تربیت پانے والی مومنوں کی جماعت جب نبی کی وفات کے وقت یتیم ہو جاتی ہے، ان کے دل گداز ہوتے ہیں، وہ خشیت اللہ سے کام لیکر اپنے میں سے متقی شخص کو خلیفہ منتخب کرتے ہیں تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بالواسطہ انتخاب ہوتا ہے۔ انبیاء کا انتخاب بلاواسطہ ہوتا ہے اور خلفاء کا انتخاب بالواسطہ ہوتا ہے۔

دنیا میں بہت سے واقعات بالواسطہ ہوتے ہیں مگر وہ کام اللہ ہی کا قرار پاتا ہے۔ بچہ کی ولادت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت دی ہے، کھیتی کے پیدا کرنے کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے (سورۃ واقعہ) اگرچہ بچہ ماں باپ کے ذریعہ سے وجود پذیر ہوتا ہے کھیتی کا ظہور کسان کی محنت کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔

خلافت ایک روحانی شاہی قصر ہے مومنین خلیفہ کے انتخاب میں معماروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر دنیاوی محل بنانے والے معمار اپنی مرضی سے اسے گرانے کا حق نہیں رکھتے تو آسمانی روحانی قصر کے معماروں کو یہ اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے کہ وہ اسے مسمار کر دیں۔ اسلئے اگرچہ صلحاءِ اُمت کے مشورہ سے خلیفہ منتخب ہوتا ہے مگر خلفاء راشدین کو معزول کرنے کا کسی انسان کو حق نہیں ہے۔ یہ بات آیت استخلاف سے بھی ثابت ہے اور ان احادیث نبویہ سے بھی جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو خاص طور پر فرمایا تھا کہ منافق لوگ تیرے معزول کرنے کی کوشش کریں گے تو نے عزل کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ نے شہادت قبول کر لی مگر خلافت سے معزولی کو منظور نہ کیا۔

سُورۃ المائدۃ عٓ ۱۴

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ

اے ایماندارو! ایسی چیزوں کے بارے میں استفسار مت کرو کہ اگر وہ تمہیں کھول کر بتا دی جائیں تو وہ

تَسُؤْكُمْ ج وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ

تمہیں بُری لگیں۔ ہاں اگر آپ لوگ اس وقت جبکہ قرآن مجید نازل ہو رہا ہے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کرینگے

تُبْدَ لَكُمْ ط عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ط وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ○ قَدْ

تو وہ تمہیں کھول کر بتا دی جائینگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارادۃً درگزر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بردبار ہے۔ تحقیق

سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ○

ایسی ہی باتوں کے بارے میں تم سے پہلے کی ایک قوم نے دریافت کیا تھا (جس پر ہم نے انکی تفصیل بتادی تھی) مگر پھر وہ لوگ انکے منکر ہو گئے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ

اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام (مشرکوں کی اپنی طرف سے حرام کردہ جانوروں کی اقسام) مقرر نہیں کئے

تفسیر۔ اس رکوع کی پہلی اور دوسری آیت میں یہ اصول بیان ہوا ہے کہ نزول شریعت کے وقت جزئیات کی زیادہ تفصیلات کا دریافت کرنا اور انکے بارے میں بار بار سوال اٹھانا مفید نہیں ہوتا جب اللہ تعالیٰ خود بعض جزئیات اور تفصیلات کو ترک فرما رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مومنوں کے لئے اجتہاد اور استنباط کا دروازہ کھلا رکھنا چاہتا ہے تا انکی قوتِ فکریہ کام کرتی رہے۔ کیونکہ شریعت کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ انسانی استعدادوں کو مفلوج کر دیا جائے۔ شریعتِ الٰہیہ اہم اور اصولی امور بیان کر دیتی ہے تفصیلات اہلِ علم

وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

لیکن کافر و مشرک لوگ از خود اللہ پر جھوٹا افتراء کرتے ہیں

الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ

اور ان میں سے اکثر لوگ　عقل نہیں رکھتے۔　جب ان سے کہا جاتا

لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آجاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا

ہمارے لئے وہی (طریق) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا تھا　کیا اگر　ان کے باپ دادے نہ

يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں؟ (تب بھی یہ لوگ باپ دادوں کی پیروی ہی کرتے رہیں گے؟)　اے ایماندارو!

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ

تم اپنے نفسوں کے ذمہ دار ہو۔ اگر تم خود ہدایت یافتہ ہوئے تو جو گمراہ ہوگا وہ تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

مومن خود اجتہاد سے معلوم کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ پہلی بعض قوموں نے نزول شریعت کے وقت ایسے سوالات کر کے اپنے لئے راستہ تنگ کر لیا تھا اور پھر اس پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ اے مسلمانو! تم نے ایسا نہ کرنا کیونکہ قرآنی شریعت عالمگیر شریعت ہے۔ اس میں استنباط کی بہت زیادہ گنجائش ہے۔

تیسری آیت میں مشرکوں کی خود ساختہ شریعت کے بعض پہلوؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ کفار کا یہ طریق تھا کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے دیدیتی تو اسکے کان چھید دیتے تھے اور اسے کھلا چھوڑ دیتے تھے نہ اس پر کوئی سوار ہوتا تھا اور نہ بوجھ لادتا تھا۔ اسے بحیرہ کہتے تھے۔ لغت میں بَحَرْتُ البعیر کے معنے شَقَقْتُ اُذُنَهٗ شَقًّا وَاسِعًا (المفردات) کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بعض قوموں میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے دیدیتی تو اسے چراگاہوں میں کھلا چھوڑ دیتے نہ اسے پانی سے روکا جاتا نہ چارے سے۔ اسے سائبۃ کہتے تھے۔ وصیلۃ وہ بکری تھی جو ایک پیٹ سے نر و مادہ بچے دیتی تھی۔ ان بچوں کو ذبح نہ کیا جاتا تھا۔ حام اس اونٹ کو کہتے تھے جس کی نسل سے

إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

تم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں ان اعمال سے آگاہ کریگا جو تم کر رہے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ

اے ایماندارو! تمہارے درمیان شہادت کا یہ طریق ہوگا کہ جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آئے

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ

تو اسکے وصیت کرنے کے وقت تم میں سے دو عادل گواہ مقرر ہوں یا

اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ

تمہارے علاوہ اور دو گواہ ہوں اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو

فَأَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ط تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ

اور تم پر مرنے کی مصیبت وارد ہوگئی ہے۔ تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد (گواہی دینے کیلئے)

الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ

روکو۔ اگر تمہیں شک پیدا ہو جائے تو وہ دونوں اللہ کے نام کی قسم کھا کر گواہی دیں اور کہیں کہ ہم اس بیان کے عوض کوئی

دس بچے پیدا ہو جائیں۔ اسے بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ یہ گویا مشرکوں کے اپنے غلط قوانین تھے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نہیں دیئے یہ ان لوگوں کا اپنا افترا ہے۔ شریعت مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ انسانوں کا۔

چوتھی آیت میں منکرین کی اس بری عادت کا ذکر فرمایا ہے جس کا اظہار وہ ہر مامور کے ظہور کے موقعہ پر کرتے آئے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادوں کے مسلک کو نہیں چھوڑ سکتے۔ فرمایا اصل چیز تو علم اور ہدایت ہے یہ چیز جہاں سے ملے لینی چاہیئے باپ دادوں کی اندھی تقلید کیوں کر روا ہے!

پانچویں آیت میں مومنوں کو اپنے نفوس کی اصلاح اور تزکیہ کی طرف خاص توجہ کرنے کا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ ہر شخص اپنی ہی جان کا

چھٹی، ساتویں اور آٹھویں آیات میں وفات پانیوالے کی وصیت پر گواہی کا طریق بیان ہوا ہے۔ فرمایا کہ مرنے والے کی سامان وغیرہ کے بارے میں وصیت پر دو عادل مسلمان گواہ ہوں۔ اگر سفر کی حالت میں مسلمان گواہ نہ مل سکیں تو غیر مسلم بھی گواہ رکھے جاسکتے ہیں۔ عبادت اور

ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا

مالی فائدہ حاصل نہیں کرتے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہو۔ نیز یہ کہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپا نہیں رہے ورنہ اندریں صورت

لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ○ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ

ہم گنا ہگاروں میں سے ہوں گے۔ اگر اس بات کی اطلاع ہوجائے کہ ان دونوں (گواہوں) نے اپنی گواہی میں گناہ کا ارتکاب

يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ

کیا ہے تو ان لوگوں میں سے جن کے خلاف (غلط گواہی دیکر) سچی گواہی کے دو سزاوار شخص گناہ کے مستحق قرار پائے دوسرے دو شخص

بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا

پہلے دو گواہوں کی جگہ پر کھڑے ہوں اور اللہ کے نام پر قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی ان دو کی گواہی سے پختہ تر اور زیادہ سچی ہے ہم نے

لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ

کوئی زیادتی نہیں کی ورنہ ہم یقیناً ظالموں میں سے ہیں۔ یہ زیادہ بہتر طریق ہے کہ وہ گواہی ٹھیک ٹھیک ادا کریں یا وہ خطرہ محسوس کریں کہ ان کی

اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا

قسموں کے بعد اور قسمیں لوٹائی جا سکتی ہیں۔ تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے احکام پر کان دھرو۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ ع ۱۴/۸/۴

اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا۔

دعا کے بعد گواہی لی جائے۔ اگر گواہوں کے بارے میں اشتباہ ہو تو اسے حلفیہ گواہی لی جائیگی۔ اگر بایں ہمہ ثابت ہو کہ گواہی درست نہیں ہے تو پھر متوفی کے رشتہ داروں میں سے دو شخص قسمیہ گواہی دیں اور اپنا حق ثابت کریں۔ فرمایا کہ اس طرح متبادل گواہی کے حلفیہ طریق سے سچی گواہی کا حصول زیادہ سہل ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ سب کام تقویٰ اور اللہ کی فرمانبرداری سے ہوتے ہیں فاسقانہ طریق اختیار کرنے والے کامیاب و کامران نہیں ہو سکتے ؏

اسلامی نظریۂ صحت

(از قلم جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب لندن)

والتّین والزّیتون وطُور سینین
وھٰذا البلد الامین لقد خلقنا
الانسان فی احسن تقویم ثمّ
رددنٰہ اسفل سافلین الّا
الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت
فلھم اجرٌ غیر ممنون۔

ہماری طبّی معلومات میں اضافہ کے ساتھ صحت عامّہ کے نظریہ میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے جس نے ہمیں مذہب کے قریب کر دیا ہے بلفظِ صحت نہ تو بیماری سے بریّت کا نام ہے اور نہ ہی جسمانی صحت کے مترادف ہے بلکہ جدید نظریہ کے مطابق صحت، انسان کی جسمانی، دماغی اور عقلی استعدادوں کے اس طریق سے اُبھارنے کا نام ہے جس کے ذریعہ ایک انسان اپنے اہل وعیال اور مجلس میں زندگی کے نشیب وفراز سے گزرِ حیات کر سکے۔ ابتدا میں انسان کی جسمانی صحت پر ہی زور دیا جاتا تھا۔ ایک ہٹے کٹے طاقتور انسان کو تندرست اور صحتمند تصوّر کیا جاتا تھا مگر جب حکماء نے دیکھا کہ باوجود جسمانی طاقت کے ایک انسان طرح طرح کی دماغی کمزوریوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے لفظِ صحت کے اندر دماغی صحت کا ہونا لازمی قرار دیا۔ اس کے بعد ایک ایسا دَور آیا کہ جسمانی اور دماغی صحت کے ساتھ ساتھ انسان کی جنسی اور اہلی صحت کا نظریہ بھی ضروری تصوّر کیا جانے لگا۔ باوجودیکہ ایک انسان کے جسمانی اور دماغی قوٰی تندرست ہوں اگر اس کے جنسی اور اہلی تعلقات خوشگوار نہیں اسے صحتمند نہیں کہا جا سکتا۔

جب سوسائٹی نے مزید ترقی کی اور انسان نے اپنے سماجی تعلقات بہتر بنانے کی کوشش شروع کی تو سماجی صحت یا سوشل ہیلتھ کو بھی صحت عامہ کی تعریف میں شامل کر دیا گیا کیونکہ انسان کبھی محض اپنے لئے نہیں ہوتا وہ ہمیشہ دو ضروری گروہوں کا رکن ہوتا ہے۔ ایک اس کا اپنا کنبہ اور دوسرا اس کی جماعت۔ اگر ایک انسان صرف اپنی ذات تک صحتمند ہے مگر اس کی اہلی، اجتماعی اور سماجی زندگی بدنما ہے تو ایسے انسان کو موجودہ ماہرینِ طب صحتمند انسان کہنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اسے بیمار تصوّر کرتے ہوئے اس کے گھریلو اور سماجی تعلقات کو بہتر اور خوشگوار بنانے کی کوشش کریں گے۔ اس سماجی صحت کا ایک نہایت ہی

اہم پہلو جسے آجکل کی انڈسٹریل سوسائٹی نے ضروری قرار دیا ہے پیشہ وری صحتِ عامہ ہے یعنی انسان کی جسمانی، دماغی اور اہلی صحت کے ساتھ ایسی سماجی صحت کا ہونا بھی ضروری ہے جس کے ذریعہ ایک انسان کو اس کے پیشہ کے ماحول میں صحتمند رکھا جا سکتا ہے اور جس کے ذریعہ وہ سماج میں مفید اور کارآمد پیشہ میں مصروف رہ سکے کیونکہ جسمانی، دماغی اور اہلی صحت کو قائم اور برقرار رکھنے کیلئے مفید اور کارآمد شغل ضروری ہے۔

صحت کی تعریف کی تدریجی ترقی میں زمانۂ حال میں ایک اور نمایاں تبدیلی ہوئی ہے جو سائنس کو مذہب کے بہت قریب کرنے میں ممد ہو رہی ہے۔ موجودہ طب اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ انسان کی بداخلاقیوں اور روحانی کمزوریوں کا اثر بھی انسانی صحت پر پڑتا ہے جس کے علاج کی طرف طبیب کو نہایت ہی ضروری توجہ کرنی لازمی ہے ورنہ تمام دوائیاں بیکار ثابت ہونگی۔ طب عامہ کا یہ جدید نظریہ عالمی مجلس صحت کے دستور میں شامل ہو چکا ہے جسے سنہ ۱۹۴۶ء میں اس مجلس کے ۷۰ ممبر ملکوں نے منظور کیا اور جسکے مطابق انسانی صحت سے مراد ان کی جسمانی، دماغی، اخلاقی اور روحانی کیفیتوں کی جو ایک انسان کو ودیعت کی گئی ہیں مکمل نشوونما ہے جس کے ذریعہ انسانی حیثیت کو اس کی انفرادی، اہلی اور مجلسی زندگی میں جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر بلند کیا جا سکے۔ یہ جدید نظریہ یعنی اسلامی نظریہ ہے تفصیل اس کی یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاک فطرت اور اعلیٰ استعدادوں اور اعتدالی طاقتوں کے ساتھ پیدا فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ اور احسن تقویم کو صرف وہی لوگ قائم رکھ سکتے ہیں جو فطرتِ صحیحہ اور قوی استعدادیہ سے صحیح رنگ میں کام لیتے ہیں اور ان کے اعمال مناسب حال انفرادی اور مجموعی بہبودی کے لئے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فطرتِ صحیحہ صحتِ انسانی کے کچھ پہلوؤں کی کماحقہٗ نگہداشت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی ورنہ ایک انسان اسفل السافلین میں گر جاتا ہے اور پیدائش کے حقیقی مقصد سے بالکل محروم اور بے بہرہ رہتا ہے۔ چونکہ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے جہاں اسے جسمانی حالت کو تندرست رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قدرتی قوانین کی نگہداشت ضروری ہے وہاں اس کی روح کی نشوونما بھی بغیر قانونِ شریعت پر عمل کئے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اس کی خدمت پر مقرر فرمایا پھر اپنی صفتِ رحمانیت کے ماتحت بذریعہ الہام مقدس گروہِ انبیاء کی معرفت ہستی تمام انسان کی کُل کے تمام تقاضوں اور لوازمات کے صحیح استعمال کا علم منکشف فرمایا تا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کرکے اپنے پیدا کنندہ کی شناخت کر سکے۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جیسے ایک موجد اپنی ایجاد کے ہمراہ

اس مشین کے پُرزوں کی معلومات اور ان کا استعمال اور ترتیب ایک چھوٹے پمفلٹ کی صورت میں ساتھ رکھ دیتا ہے تا ناواقف لوگ اس مشین کے غلط استعمال سے اسے ضائع اور برباد نہ کر بیٹھیں۔

۱۔ جسمانی صحت:۔ اچھی صحت کی بنیاد تازہ ہوا، پاک اور صاف پانی اور پھر پاکیزہ اور مناسب غذا پر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کُلُوْا حَلَالًا طَیِّبًا۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ یہ الفاظ تھوڑے سے ہیں مگر خوراک کے متعلق جس قدر حفظانِ صحت کے اصولوں کا بیان کرنا ضروری ہے وہ انکے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ طَیِّبًا سے مراد نہ صرف پاکیزہ غذا ہے بلکہ ایسی خوراک کے اندر تمام ضروری اجزاء کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اگر اس میں پوری حیاتین نہ ہوں گی یا وہ ضروری پروٹین سے خالی ہو گی تو ایسی خوراک طیّب کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ چند جانوروں کے گوشت کو صحت کے لئے مفید ثابت کر دیا گیا ہے اور جانوروں کو اس طریق سے ذبح کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے ان کے اندر سے تمام خون بہہ جاتا ہے تا انسانی خوراک صحیح معنوں میں طیب ہو۔

کھانا بے شک انسانی نشو و نما کے لئے ضروری ہے اور بلاشبہ کھانا کھانے میں ایک لطف حاصل ہوتا ہے لیکن اس لطف کو برقرار رکھنے کے لئے اور اس کے تحفظ اور خوراک سے مطلب برآری کے لئے کھانا کھانے میں اعتدال پسندی اصولِ حفظانِ صحت کی رُو سے بھی نہایت ضروری ہے۔ بسیار خوری نہ صرف ناخوش کن ہے بلکہ صحت کیلئے حد درجہ مضر ہے۔ بسیار خور عموماً طرح طرح کے جسمانی اور روحانی عوارض کا شکار بن جاتا ہے۔ ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس، گوٹ اور امراضِ قلب اور معدہ وغیرہ وغیرہ۔ پھر بسیار خور اپنے حیوانی جذبات اور نفسانی خواہشات پر بھی پوری طرح قابو نہیں پا سکتا۔ شہوت پرستی اور غیظ و غضب کے باعث طرح طرح کی روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کہ خوراک میں اعتدال اور پرہیزگاری نہ صرف جسمانی صحت کے لئے ضروری ہے بلکہ روحانیت کو قائم کرنے کے لئے بھی لازمی ہے۔

تمباکو نوشی اور شراب کا استعمال پٹھوں میں رعشہ، اعصاب میں کمزوری، دل کی دھڑکن، معدہ نیز جگر و قلب کے امراض میں ممد ہوتا ہے۔ لہٰذا موجودہ سائنس کے نظریہ کے مطابق ان اشیا کا استعمال انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ قرآن پاک نے نہایت حکمت کے ساتھ شراب نوشی کو ممنوع فرمایا ہے۔ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا یعنی اس کے استعمال میں نقصانات زیادہ ہیں اور فائدہ کم۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے اندر فائدے بھی رکھے ہیں اور ان اشیاء کے غلط استعمال سے نقصانات بھی ہوتے ہیں مگر قرآنی اصول کے مطابق ہر وہ چیز جس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ

ہول حرام ہے۔

ورزش اور آرام :۔ خوراک کے بعد ورزش صحتِ جسمانی کے لئے بہت مفید ہے۔ پیدل چلنا، تیرنا، کشتی چلانا وغیرہ جن میں مختلف اعضاء کی حرکت ہوتی ہے صحتِ جسمانی اور دماغی کے لئے بہت ممد ہیں۔ پنجگانہ نماز (کم از کم ٹھکاوٹ کے ساتھ) مختلف اعضاء کی حرکت میں بہت حد تک مدد دیتی ہے۔ اسلئے روحانی فوائد کے علاوہ نماز جسمانی صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ ورزش کے ساتھ آرام بھی لازمی ہے خصوصاً نیند انسانی اعضاء کے صحیح کام کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے (نَوْمَكُمْ سُبَاتًا)

غسل نہ صرف صفائی جسم کے لئے ضروری ہے بلکہ اس سے پوست اور اندرونی اعضاء پر بہت مفید اثر پڑتا ہے اور اس سے بدن میں قوت اور چستی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے صفائی اور پاکیزگی کو واجب قرار دیتے ہوئے کئی حالتوں میں غسل کو لازم رکھا ہے۔ وضو جو چھوٹے پیمانہ پر غسل ہے ہر نماز سے پہلے مقرر فرمایا تا نماز جیسی عبادت جسمانی پاکیزگی، چستی اور ہوشمندی کے ساتھ ادا ہو سکے۔ صبح کے وقت منہ اور آنکھوں پر پانی کا چھڑکنا موجودہ سائنس کی رُو سے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ جسم کا کوئی دوسرا حصہ متعدی امراض کے پھیلانے میں اتنا ممد نہیں ہوتا جتنا ہاتھ۔ اسی لئے وضو میں ہاتھوں کا تین بار دھونا لازمی قرار دیا ہے گرد و غبار کی وجہ سے کئی جراثیم منہ، گلا اور ناک کے ذریعہ انسان کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے ان کی صفائی بھی وضو میں شامل کر دی۔ دانتوں کی صفائی کئی امراض سے انسان کو بچاتی ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہر آدمی کے لئے دشوار نہ ہوتا تو مسواک پانچ وقت فرض کر دی جاتی۔

۲۔ دماغی صحت :۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دماغی صحت کا انحصار جسمانی صحت پر ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ دماغی پراگندگی اور پریشانی کئی جسمانی عوارض پیدا کر دیتی ہے اسلئے دماغی صحت کا خیال بچپن سے ہی کرنا لازمی ہے۔ سب سے پہلی چیز جو دماغی صحت پر اثر انداز ہو سکتی ہے وہ ماحول ہے۔ اور سب سے پہلا ماحول انسان کے گھر کی چار دیواری اور اس کی ماں ہے۔ اس کے معلم، اقرباء اور دوست ہیں۔ انسانی نطفہ قریباً ایک سال رحمِ مادر میں جانے سے پہلے اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے اسی لئے میاں بیوی کی دماغی، اخلاقی اور جسمانی صحت کا اچھا ہونا لازمی امر ہے۔ ماحول کے بعد دوسری چیز جس کا دماغی صحت پر اثر ہوتا ہے وہ یقینِ محکم اور ایمان ہے۔ جس کے بغیر انسان کے تمام اعمال بے کار ہوتے ہیں۔ اسی لئے ہستی باری تعالیٰ، یومِ آخرت اور جزا و سزا پر ایمان، صحیح روحانی تربیت اور نشوونما کے لئے ہر مذہب نے لازمی قرار دیا ہے۔ اسکے بعد عادت ہے۔ جو بد عادات بچپن میں انسان کو پڑ جاتی

ہیں وہ اس کی آئندہ دماغی کیفیت پر ایک حد تک اثر انداز ہوتی ہیں آخر میں **جذبات پر قابو پانا اور** بے سُود اور لغو کاموں سے اعراض، انسانی دماغ کو توازن میں رکھنے کے لئے بہت ممد ہیں۔ ضبط اور غور سے کام کرنا دماغی صحت کو قائم رکھتا ہے۔

۳۔ نسلی اور گھریلو صحت:۔ صحیح انسانی خوشحالی کے حصول میں جنسی جذبات کی تسلی بخش صورت ہے۔ صحیح جنسی تجربہ انسانی نشوونما کے لئے اشد ضروری ہے۔ نسلی اور جنسی بد انتظامی بہت مرتبہ جسمانی اور دماغی بیماریوں کا موجب ہوتی ہے جن غرباء کی اہلی اور جنسی زندگی اچھی ہوتی ہے وہ کئی ایک کروڑپتی اور دولتمند لوگوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ اہلی صحت کے لئے شادی نہایت ضروری ہے کیونکہ شادی کے باہر نسلی تعلقات کئی امراض پیدا کر دیتے ہیں اور سماج میں کئی ناخوشگوار حالات رونما ہو جاتے ہیں جو کئی قسم کی پریشانیوں اور تکلیفوں کا موجب بن جاتے ہیں۔ اسی لئے رہبانیت اسلام میں منع ہے۔ مجرد، بیوہ اور توانا و تندرست عورت و مرد کی شادی کا حکم دیکر اسلام نے کئی نسلی عوارض سے انسان کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ انسان کے کئی اخلاق کا ظہور شادی کے بعد ہوتا ہے۔ یہ بات سائنس نے بھی ثابت کر دی ہے کہ شادی شدہ جوڑے دل میں بیماری سے محفوظ رہتے اور اس کے تیز حملہ سے بچنے کی استعداد نسبتاً غیر شادی شدہ مرد و عورت سے بہت زیادہ ہے۔ جوڑے کی پسند سے قبل جسمانی، دماغی اور اخلاقی صحت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی لئے جوڑے کے انتخاب کو لڑکے اور لڑکی پر نہیں چھوڑنا چاہیئے بلکہ والدین کی رائے لینا ضروری ہے۔ بہتر ہوگا کہ معلم اور ڈاکٹر کا مشورہ بھی لیا جائے۔ ہاں فریقین کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ یہ صحیح اسلامی نظریہ ہے۔ کورٹ شپ کسی صورت میں صحتِ انسانی کیلئے جائز نہیں۔ اس پر موجودہ سائنسدانوں نے کئی ضخیم کتب لکھی ہیں۔ کیونکہ اگر شریک زندگی کی تلاش کلیتہً جوان مرد اور عورت پر چھوڑ دی جاوے تو وہ شہوانی خیالات میں قدرتی اصولوں اور طریقوں کے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ محبت کے اُبھرتے ہوئے جذبات کئی بار غلط شریک زندگی کو ملا دیتے ہیں۔ جسمانی دلچسپیوں میں اندھا دھند محو رہنے والا اور ازدواجی ضروریات سے قطعی بے خبر انسان شادی کے معاً بعد کفِ افسوس ملنے لگ جاتا ہے۔ اسے وہ لطفِ حیات حاصل نہیں ہو سکتا جو اہلی زندگی کا عطیہ ہے۔ اگر میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور گھریلو زندگی پاکیزہ ہوگی تو بچے کا ماحول اچھا اور خوشنما ہو کر اس کی آئندہ دماغی اور اخلاقی صحت پر اثر انداز ہوگا۔ موجودہ طب نے اس بات کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ پوشاک میں عریانی، مخلوط ناچ، گندا لٹریچر، عریاں اور بھدا آرٹ اور زمانہ حاضرہ کی بدنما سٹیج، ٹیلیویژن، نسلی اور اہلی صحت کے لئے **زہرِ قاتل** ہیں۔ اسی طرح مذہبی بے بہرگی بھی اہلی تعلقات کو خراب کرنے کا بہت حد تک موجب ثابت ہوئی ہے۔ قرآن پاک نے

ان تمام اصولوں کو سورۃ نور، الفرقان اور الاحزاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ایسی عورتوں سے شادی کا حکم دیا ہے جو محصنات ہوں۔ کیونکہ شادی کی غرض نسلی بیماریوں اور بداخلاقی اور گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ شادی ایک ایسا قلعہ ہے جس میں مرد و عورت داخل ہو کر بدیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور اپنی صحت کو قائم رکھ سکتے ہیں جنسی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے اور فیملی پلیننگ کرنے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے مختصر مگر پُرحکمت الفاظ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ بیان فرما دیئے ہیں۔ جس طرح ایک اچھا کسان اپنی کھیتی کے لئے اچھا اور صاف بیج تلاش کرتا ہے اور پھر اچھی اور صاف زمین تیار کرتا ہے اور موقعہ اور محل کے مطابق اس بیج کو اس میں ڈالتا ہے اور پھر اس کی کماحقہ نگہداشت کرتا ہے بعینہٖ اسی طرح انسان کو اپنے شریک زندگی کی تلاش اور موقعہ اور محل پر جنسی تعلقات رکھنے واجب ہیں۔

(۴) سماجی صحت ہر کوئی فرد بشر کبھی محض اپنے لئے نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ دو ضروری گروہوں کا رکن ہوتا ہے۔ ایک اس کا اپنا کنبہ اور دوسرا اس کی جماعت۔ اور پھر ہر شخص ماحول میں پلتا ہے اور ماحول میں بنتا ہے۔ وہ اپنے ماحول کی اصلاح بھی کر سکتا ہے اور اسے گندہ بھی۔ اسلئے ہر انسان کی سماجی زندگی کا اچھا ہونا ضروری ہے تا وہ دوسروں کو اپنے گندے اور بیمار تاثرات سے خراب نہ کر سکے۔

سماجی صحت کو بہتر بنانے کے لئے ہر انسان کا طبیعت کے مطابق اور اچھے کاروبار میں شامل ہونا بھی ضروری امر ہے۔ آجکل ہر فرد انجمن کی اصلاح اسکے کام کاج کی جگہ پر پوری پوری نگہداشت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ فیکٹری یا دفتر کی صفائی اور مشینوں کے چلنے سے جو زہریلے اثرات پیشہ ور پر اثرانداز ہو سکتے ہیں ان سے ان کو بچانا، وبائی امراض کا وقت پر ٹیکہ لگانا اور ان کا کچھ عرصہ کے بعد لازمی طبی معائنہ کرانا ان افراد کی کاروباری صحت کے لئے مفید ہیں۔ پھر ایسی متعدی اور سماجی بیماریوں کی دیکھ بھال اور وقت پر روک تھام کے لئے حفاظتی تدابیر کی جاتی ہیں تا وہ میل جول سے دوسروں تک نہ پھیل جاویں۔ سماجی صحت کے اس پہلو کو پیشہ ورانہ صحت یا آکیوپیشنل ہیلتھ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۵) اخلاقی صحت Moral Health۔ اخلاق انسان کے جذبات کا جائز اور بامحل استعمال کا دوسرا نام ہے۔ جب تک ایک انسان اپنی قوت ارادی اور عقل کے ساتھ اپنے جذبات حیوانیہ پر پورا قابو نہیں پا لیتا تب تک اسے باصحت انسان نہیں کہا جا سکتا۔ جذبات کا بے محل اور بے موقع اظہار انسانی صحت کی پراگندگی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ برعکس اس کے کئی ایک جسمانی اور دماغی بیماریوں کے باعث انسان بے قابو ہو کر بداخلاقی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ موجودہ سائنس اسی لئے چور، قزاق، ڈاکو اور جھوٹے انسان کو بجائے قید خانہ میں بند رکھنے کے اسکا

صحیح علاج معالجہ کرنے کی قائل ہے۔ کئی اخلاق انفرادی حیثیت رکھتے ہیں جن کا اچھا یا بُرا اثر انسان کی ذاتی صحت پر پڑتا ہے مگر کئی ایسی بداخلاقیاں ہیں جو سماج یا جماعت کو بہت حد تک خراب کر دیتی ہیں۔ غصہ، شہوت پرستی اور کئی قسم کے جذبات سماجی اور انفرادی تعلقات کو بگاڑ کر انسان اور سماج کی صحتِ عامہ کو خراب کر دیتے ہیں۔ ایک بااخلاق انسان اپنی جسمانی، اہلی اور سماجی زندگی کو کارآمد بنا سکتا ہے۔ ہر وہ انسان جو جھوٹ بولتا ہے یا دوسرے کی غیبت کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا زنا اور بدکاری کا مرتکب ہوتا ہے وہ امن عامہ کو برباد کرتا ہے۔ وہ مسلم نہیں رہ سکتا کیونکہ اسلام حقیقی امن کا دوسرا نام ہے۔

(۶) روحانی صحت: جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے اسلئے اس قالب کی پوری پوری نگہداشت بغیر روح کی نگہداشت کے ناممکن ہے۔ رُوح کی پیدائش انسانی جسم کی پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ رحمِ مادر میں جب جسم پانچ مراحل طے کر لیتا ہے اور گوشت اور ہڈیاں بن جاتی ہیں تب اس میں سے اذن الٰہی سے ایسا جوہر پیدا ہوتا ہے جو کبھی ضائع نہیں ہوتا اور موت کے بعد بھی کئی قسم کے تغیرات کے ساتھ نجاتِ ابدی حاصل کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک روح ایک ایسی غیر مرئی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان لطیف در لطیف علوم حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح وہ خدا اور انسان کے تعلق کا مقام بن جاتا ہے۔ وہ کامل جسمانی، دماغی، نسلی اور اخلاقی صحت کے ساتھ اپنے پیدا کنندہ کی اضافی صفات کو کامل طور پر انعکاس کرنے کی قوت پیدا کر لیتا ہے۔ موت ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کا نام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مادہ پرست لوگوں نے انسانی صحت کے اس پہلو کی طرف تاحال توجہ نہیں کی مگر صانع حقیقی نے ابتدائے آفرینش سے ہی اپنے برگزیدوں کے ذریعہ اس کا علم اور اس کی صحیح نگہداشت کے ذرائع الہام فرمائے ہیں تا انسان حقیقی صحت حاصل کر سکے۔ اس حصہ کی پوری نگہداشت کے لئے حقیقی ایمان ذاتِ باری کے وجود پر لانا لازمی ہے۔ پھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ حقوق اللہ میں وہ تمام عبادات شامل ہیں جو انسانی روح کے لئے غذا کا کام دیتی ہیں۔ الہام الٰہی بطور ہوا اور پانی کے روحانی نشو و نما کے لئے لازمی ہے۔ روزہ اور ذکرِ الٰہی، حج کعبہ روحانی تربیت کے لئے ممد ہیں۔ حقوق العباد میں گھریلو، سماجی اور اخلاقی اعمال شامل ہیں جو انسان نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ دوسروں کی بہبودی کے لئے بھی کرتا ہے۔ روح کی بیماریوں اور انسان کے گناہوں سے نجات کا دروازہ بھی قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ نے کھول دیا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ انسانی روح کو آئندہ گناہوں اور بدیوں سے بچنے کے لئے توبہ، استغفار، نوافل، روزہ اور صدقات رکھ دیئے ہیں جو روحانی صحت کے لئے حفاظتی تدابیر ہیں۔

پردہ کا حکم دے کر مخلوط میل جول سے منع فرما کر زنا جیسی بدکاری سے محفوظ کر دیا ہے۔ شراب اور جوا کو منع کر کے فساد اور دیگر مجلسی بدکاریوں کی روک تھام فرمادی ہے۔ سُود کی ممانعت کے ذریعہ سرمایہ داری اور جنگ کی لعنت سے نجات دلادی ہے۔ غرضیکہ ہر بدی کو اس کی جڑ سے پکڑا ہے اور اس طرح ایک باصحت انسان جو کامل ایمان اور یقین کے ساتھ اعمالِ صالحہ بجا لاتا ہے جو جسمانی اور روحانی دونوں حصّوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور جن سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری نگہداشت ہو وہ حقیقی صحتمند انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ایسا انسان جسمانی اور دماغی صحت کا مالک بن کر اپنے گھریلو اور سماجی تعلقات کو اچھا بناتا ہے اور پھر وہ اپنی ظاہری اور باطنی استعدادوں کو جو صانع حقیقی نے اسے عطا فرمائی ہیں نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ اپنے اہل و عیال، ہمسایہ اور دیگر افرادِ انجمن کی بہبودی میں خرچ کرے اور پھر وہ اپنی روحانی تکمیل کے لئے توجہ الی اللہ، عبادات اور ذکرِ الٰہی اور دیگر اعمالِ حسنہ بجالا دے اور سماج اس کے وجود سے کسی قسم کا دُکھ، ضرر اور بیماری نہ پاوے تو ایسے انسان کو قرآنی اصطلاح میں انسانِ کامل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جن میں افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس کی تعریف خود مالکِ حقیقی نے سورۃ نور میں فرمائی ہے۔ آپ جسمانی، دماغی، گھریلو اور سماجی صحت رکھتے ہوئے کامل اخلاقِ حسنہ کے مالک تھے جو استقامت اور اعتدال پر واقعہ تھے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ انسانی پیدائش کی غرض اظہار صفاتِ الٰہیہ اور اس کی شناخت ہے جو حقیقی اور دائمی نجات کے لئے ضروری ہے۔ نجاتِ حقیقی کا دارومدار کامل عبودیت پر ہے اور کامل عبودیت کے لئے کامل جسمانی اور کامل روحانی صحت ضروری ہے جو اسے اَحْسَنِ تَقْوِیْم میں قائم رکھ سکے ✣

تبصرے

تحدیثِ نعمت

یہ کتاب حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَہٗ کی تصنیف ہے۔ تحدیثِ نعمت حضرت چودھری صاحب کے قلم سے انکی زندگی کے جستہ جستہ مذہبی سیاسی اور علمی کارناموں کا تذکرہ ہے نہایت عمدہ انداز میں اور ہر قسم کے مبالغہ سے مبرا اسلوبِ بیان میں یہ کتاب تالیف ہوئی ہے اس کتاب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اس کے مصنف چودھری ظفر اللہ خان ہیں۔ ہماری رائے میں ہر احمدی اور مسلم گھرانے میں اس کتاب کا پڑھا جانا نہایت ضروری ہے۔ سفید کاغذ، عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ بڑے حجم کے سوا آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے مجلد کتاب کی قیمت بیس روپے ہے اور غیر مجلد کی پندرہ روپے۔ ملنے کا پتہ محمد احمد اکیڈمی ۸ رام گلی ملا برانڈرتھ روڈ لاہور یا مکتبہ الفرقان ربوہ ✣

موعودِ آخر الزّمانؑ کا ظہور

(محترم جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم۔ اے مبلّغ فجی)

یہ ثابت ہے کتابِ اللہ کے محکم بیانوں سے　　کہ اُترے گا نہ کوئی ابن مریم آسمانوں سے

وہ مہدی اور مسیحا جس نے اُس اُمّت میں آنا تھا　　ہے ظاہر ہو چکا وہ اپنے سب سچّے نشانوں سے

دلیل و معجزہ سے حق کو غالب کر دیا اُس نے　　لُٹایا مال ہر سُو دیں کے روحانی خزانوں سے

اُسی کے فیض سے ہر مُلک میں پھیلے گا اب قرآں　　عَلَم اسلام کے لہرائیں گے اُونچے مکانوں سے

پئیں گی تشنہ لب قومیں مئے عرفانِ قرآنی　　مسیحائے محمدؐ کی جماعت کے جوانوں سے

نبوّت اُن کی انوارِ محمدؐ ہی کا پرتو ہے　　حدیثوں میں بشارت ہے یہی اگلے زمانوں سے

اُٹھو دیکھو ہوئے ظلمت کدے ہر قوم کے روشن　　غلامِ سرورِ عالمؐ کے تابندہ نشانوں سے

مساجد بن رہی ہیں سینکڑوں اکنافِ عالم میں　　فضائیں گونجتی ہیں روز و شب جنکی اذانوں سے

ہیں مصروفِ جہادِ دینِ حق "ناصر" کے خادم سب　　جہاں کے فلسفیوں سربراہوں نکتہ دانوں سے

ہمارا دین ہے دینِ محمدؐ مصطفٰے پیارو　　محمدؐ ہیں ہمیں محبوب بڑھ کر اپنی جانوں سے

جو نا سمجھی سے اپنی ہم کو کافر سمجھے بیٹھے ہیں　　ہماری عاجزانہ عرض ہے اُن بدگمانوں سے

خدا کے واسطے پیغامِ حق اِک بار تو سُن لو　　عیاں ہو جائیگا حق گر سُنو گے دل کے کانوں سے

مسلماں ہیں، ہر انساں کی بھلائی چاہتے ہیں ہم
محبت ہے دلوں میں سب مسلماں خاندانوں سے

ہماری زندگی سب وقف ہے اسلام کی خاطر
نہیں کوئی غرض دنیا کے لالوں اور خزانوں سے

ہمارے کام سب اللہ کی مرضی سے ہوتے ہیں
ہمیں ملتی ہے ہر دم نصرتِ حق آسمانوں سے

کسی کے بغض و کینہ سے ہمارا کچھ نہ بگڑے گا
مٹے گا خود ہی ٹکرائیگا جو ہم سخت جانوں سے

خدا خود ہی ہٹا دیگا ہماری راہ سے اُن کو
جو اُلجھیں گے یونہی آکر ہمارے کاروانوں سے

وہ اپنی جاں سے بھی اک روز دھو بیٹھے گا ہاتھ اپنے
جو ٹکراتا رہے گا بے سبب ہر دم چٹانوں سے

مسلماں ہو کے رکھتے ہیں مسلمانوں سے جو نفرت
خدا محفوظ رکھے سب کو ایسے مہربانوں سے

یہ کہہ دو بے سبب ہم سے عداوت رکھنے والوں کو
کرو مت ظلم تم اے پیارے بھائیو اپنی جانوں سے

سبق حاصل کرو، ایمان اور تقویٰ کرو تازہ
ہمارے جذبۂ تبلیغِ حق کی داستانوں سے

مسلمانوں کو کافر کہنے والا خود ہی کافر ہے
بیاں ثابت ہے یہ نبوی حدیثوں کے بیانوں سے

صداقت کفر کے فتوے لگانے سے نہیں مٹتی
نہ چھپتی ہے حقیقت ایسے حیلوں اور بہانوں سے

"ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ"
نہیں کہتے کسی کو ہم برا اپنی زبانوں سے

یہی ہے التجا صدیق کی آخر میں مولیٰ سے
کرے لے اور خدمت دیں کی وہ ہم ناتوانوں سے

قسط اوّل

واقعہ صلیب کی حقیقت

(از جناب مولوی عبد الکریم صاحب شرما سابق مبلغ مشرقی افریقہ)

یہودی اور مسیحی اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح صلیب پر جان دیکر ملعون ہوئے۔ تورات میں لکھا ہے کہ "جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثناء ۲۱/۲۳) یہود نے اس بناء پر مسیح کو جھوٹا نبی قرار دیا لیکن مسیحیوں نے ایک اور راہ نکالی۔ انہوں نے مسیح کی صلیبی موت کو اپنی نجات کا وسیلہ قرار دیا۔ چنانچہ پولوس جو اس عقیدہ کا بانی ہے لکھتا ہے کہ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۳) اس کے علاوہ مسیحیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے چنانچہ پادری طالب الدین بی۔ اے لکھتے ہیں:-

"مسیحی نوشتوں کا دعویٰ ہے کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ یہ عقیدہ مسیحی مذہب کی جان ہے جیسا کہ پولوس کے کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ ..... چنانچہ پولوس رسول لکھتا ہے اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۵/۱۴-۱۵)" ہم نے دیکھ لیا کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا کس طرح مسیحی تعلیم اور عقائد کے رگ و ریشے میں گھسا ہوا ہے۔ اس کے بغیر مسیحی مذہب کچھ بھی نہیں رہتا۔" (معجزات مسیح طبع دوم ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۵۲ و ۱۵۳)

قرآن مجید کا انکشاف

اس کے برعکس قرآن مجید نے مسیح کی لعنتی موت کے عقیدہ کی پُرزور تردید کی ہے اور یہ انکشاف کیا ہے کہ مسیح درحقیقت صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ ان پر غشی کی حالت طاری ہوگئی تھی جس کو ناواقفوں نے موت سمجھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان کو لعنتی موت سے نجات دی۔ (سورۃ النساء آیت ۱۵۸)

حادثہ صلیب کے بعد آپ مشرقی ممالک میں گئے اور بنی اسرائیل کے مشرقی قبائل میں منادی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق آپ نے ایک سو بیس سال عمر پا کر طبعی طور

پر وفات پائی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۰)

اناجیل کا بیان مستند نہیں

موجودہ اناجیل میں بے شک مسیح کے صلیب پر جان دینے اور زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کا ذکر موجود ہے لیکن اصول روایت کی رُو سے اناجیل کا یہ بیان محققین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔ واقعہ صلیب کے متعلق اناجیل میں اس قدر تضاد پایا جاتا ہے جو اناجیل کے بیان کو ساقط الاعتبار کر دیتا ہے۔ انجیل نویس نہ خود موقعہ پر موجود ہونے کے مدعی ہیں اور نہ انہوں نے کسی عینی شاہد کو پیش کیا ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اس نے فی الواقع مسیح کو مُردہ حالت میں دیکھا تھا۔ انجیل سے پتہ لگتا ہے کہ مسیح کے شاگرد اس مصیبت کے وقت مسیح کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے (متی ۲۶/۵۶) اسلئے انجیل نویسوں کا بیان محض سُنی سُنائی باتوں پر مبنی ہے جو مختلف ذرائع سے اُن تک پہنچی تھیں۔

مسیحی علماء کی تحقیق کے مطابق چاروں اناجیل واقعہ صلیب کے بعد چالیس سے ایک سو سال کے عرصہ میں مدوّن ہوئی ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ پولوس کا یہ عقیدہ کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے عام طور پر مسیحی کلیساؤں میں پھیل چکا تھا اور اس عقیدہ کی تائید میں روایات میں ردّ و بدل اور رنگ ریزی ہو چکی تھی۔ تاہم اس وقت ایسے مسیحی بھی موجود تھے جو پولوس کے عقیدہ سے متفق نہیں تھے۔ اسلئے اناجیل میں آج اگر ہم ایسے شواہد پاتے ہیں جو پولوس کے عقیدہ کے خلاف ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شہادتیں اور واقعات ایسے مشہور ہو چکے تھے کہ ان کو نظر انداز کرنا انجیل نویسوں کے لئے ممکن نہ تھا۔ ذیل میں ہم ایسی شہادتیں درج کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری صلیب کی لعنتی موت سے نجات پا گئے تھے۔

(باقی)

خریداران الفرقان سے ضروری گزارش

وی پی ضرور وصول کر لئے جائیں

جلسہ سالانہ ۷۱ء کے التواء کے باعث بہت سے احباب کا چندہ وصول نہیں ہو سکا۔ جن احباب کا چندہ بعد ۵ جنوری تک وصول ہو گیا ہے یا جن دوستوں نے اس بارے میں کوئی اطلاع دیدی ہے ان کے علاوہ باقی سب دوستوں کے نام جنوری کا رسالہ وی پی کیا جا رہا ہے۔

رسالہ کی مالی حالت قابل توجہ ہے اسلئے میں جملہ احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ وی پی ضرور وصول فرمالیں۔ شکریہ۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

دُعائیہ اشعار

یہ نظم محترم نسیم سیفی صاحب نے اپنے بچے عزیزی محمد اقبال صاحب سیفی اور عزیزہ محترمہ امۃ الباسط شریف صاحبہ کی شادی کے موقعہ پر کہی۔ عزیزہ موصوفہ ہمارے مجاہد بھائی محترم چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ گیمبیا کی صاحبزادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر پہلو سے مبارک کرے آمین — (ایڈیٹر)

تیرے در پر سر بسجدہ ہے یہ اظہار و بیاں
اے مرے قادر، توانا، اے خدائے دو جہاں

باسط و اقبال پر ہو سایۂ فضل و کرم
زندگی کا لمحہ لمحہ ہو بہارِ جاوداں

ذاتِ باری کی رضا ہے نقطۂ معراجِ زیست
سُوئے منزل آرزو کا کارواں ہے اب رواں

ہر قدم، ہر لحظہ، ہر اک بات، ہر اک فعل سے
سُنّتِ پیغمبرِ حق کی اطاعت ہو عیاں

حُسنِ صورت، حُسنِ سیرت، حُسنِ اخلاقِ جمیل
تیری خاطر وقف ہوں دل ان کے اور ان کی زباں

تیری خوشنودی لیے ہے راحت میں شامل ہر گھڑی
رنج و غم کی ہو گھڑی کوئی تو تُو ہو پاسباں

حصّۂ وافر عطا کر ان کو اپنے نور سے
اپنے لطفِ خاص سے کر کامیاب و کامراں

کر انہیں اسلام کے ہر حکم کی حکمت عطا
تیری درگہ میں رہیں ہر آن یہ سجدہ کناں

ہے خلیفہ کی اطاعت میں نبیؐ کی پیروی
اور نبی کی پیروی ہے مرضیٔ خلّاقِ جاں

تُو رہے ان کی بصارت اور بصیرت کا امیں
تیرے رنگوں سے انہیں ملتی رہیں رنگینیاں

تُو انہیں تقویٰ کی سب باریک راہوں پر چلا
تیرے جلووں کی عطا ان کو فراستِ بیکراں

انور و اظہر، نبیلہ، آصفہ اور فوزیہ
اس حسیں تقریب نے سب کو کیا ہے شادماں

اس طرف ننھی بھی خوش ہے اور عصمت اور بشیر
ان کی ہر اک بات ہے خوشیوں کا اک زورِ بیاں

اے مرے مولا تری رحمت کے طالب ہیں سبھی
اپنی امیدیں ترے ہاں لائے سب خورد و کلاں

۱۰/۱/۷۲
ہر کرم فرما نسیمِ بے نوا کے حال پر
اور اس کے دوستوں پر بھی نگاہِ مہرباں

ماہنامہ الفرقان کا نیا دفتر

اور

ایجنسی

یکم جنوری ۶۲ء سے الفرقان کا دفتر میرے مکان بیت العطاء واقعہ محلہ دارالرحمت وسطی میں منتقل ہوگیا ہے۔

رسالہ کی مقامی ایجنسی جناب ملک جی برادرز گول بازار کو دی گئی ہے۔ احباب دفتر کے علاوہ ایجنسی سے بھی رسالہ خرید سکتے ہیں اور اپنا چندہ جمع کرا سکتے ہیں۔

الفرقان کے خریداران ربوہ کو بھی ایجنسی کے ذریعہ ماہنامہ ملتا رہے گا۔ ماہ جنوری کا رسالہ انشاء اللہ العزیز پندرہ جنوری کو شائع ہو جائے گا اور اسی دن خریداران کو پوسٹ کر دیا جائے گا۔

ولادت

عزیزم مولوی محمد الدین صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ہومیو ڈاکٹر کو اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے بچے کا نام فاتح الدین احمد تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے آمین۔ دعا ہے کہ نومولود خادم دین ہو اور والدین کے لئے قرۃ العین بنے اللّٰھم آمین (ابو العطاء)

ایک دواخانہ

جسے

خود حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

نے سن ۱۹۱۱ء میں

اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے چند شاگردوں کے لئے

جاری کیا۔

اس دواخانہ کی ایک کرن

"حکیم نظام جان اینڈ سنز"

کی شکل میں مسلسل ساٹھ برس سے خدمتِ انسانیت میں بہتر سے بہتر طور پر مصروف عمل ہے۔ اور

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے شاگرد

والد مکرم حکیم نظام جان صاحب اس دواخانہ کی سرپرستی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی دکھی مخلوق کی بہتر خدمت کی ہمیں توفیق بخشتے رہیں۔

مینیجر حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ۔ ربوہ

روزنامہ **الفضل** ربوہ

الفضل ہمارا، آپ کا اور سب کا اخبار ہے
اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات
کے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ
کے رُوح پرور خطبات، علمائے سلسلہ کے اہم مضامین،
بیرونی ملکوں میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل
اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شائع ہوتی ہیں۔
آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی
مطالعہ کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی
فرض ہے۔

(مینجر)

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

ماہنامہ **تحریک جدید** ربوہ

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں
اور
غیراز جماعت دوستوں کو پڑھائیں!

چندہ سالانہ صرف دو روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

ہر قسم کا سامان سائنس
واجبی نرخوں پر خریدنے کے لئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ۔ لاہور
کو
یاد رکھیں

اشتہار

ہمارے یہاں ہر قسم کا چمڑہ اور شو میٹریل برعایت ملتا ہے۔
آزمائش شرط
شیخ محمد یوسف اینڈ سنز
مسجد فضل گول منڈی محلہ
لائلپور

پرانے رسالے رعایتی قیمت پر

ماہنامہ الفرقان کے پرانے متفرق رسالہ جات دفتر میں موجود ہیں
نکاسی کی خاطر تمام عام رسالہ جات نصف قیمت پر دیئے جاتے
ہیں۔ یہ رعایت آخر مارچ ۱۹۷۲ء تک ہے۔
(مینجر الفرقان ربوہ)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نورکاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کیلئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، پھپنی، ناخنہ، ضعفِ بصارت
وغیرہ امراضِ چشم نہایت ہی مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں
کا سیاہ رنگ جوہر ہے۔ جو عرصہ ساٹھ سال سے
استعمال میں ہے۔

خشک و تر فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔
اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد
جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،
ان تمام امراض کا بہترین علاج۔

قیمت پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گول بازار ربوہ۔ فون نمبر ۳۸

(طابع و ناشر:- ابو العطاء جالندھری ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر الفرقان ربوہ)

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ۔ لاہور

Monthly **AL-FURQAN** Rabwah

Regd No L 5708

January 1972

دو مفید کتابیں

● **تحریری مناظرہ** قیمت ۱۰۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور
مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ۔ جس
میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے
سے انکار کر دیا)

● **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** قیمت ۱۰۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔
فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

محترم جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب آف کراچی مرحوم

نہایت مخلص دوست تھے ان کے حالات پہلے شائع ہو چکے ہیں
اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔